گونگا پیغام

شوکی برادرز سیریز

اشتیاق احمد

حدیث شریف: حضرت جندب بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:
قرآن پڑھو، جب تک کہ تمہارے دلوں کا میلان اس کی طرف باقی رہے اور جب اکتا جاؤ تو اٹھ کھڑے ہو۔
یعنی طبیعت نہ چاہتے ہوئے قرآن شریف کو پڑھنا مناسب نہیں۔

ناول پڑھنے سے پہلے،
یہ دیکھ لیں کہ

- یہ وقت نماز کا تو نہیں؟
- آپ کو سکول کا کوئی کام تو نہیں کرنا۔ کل آپ کا کوئی ٹسٹ یا امتحان تو نہیں؟
- آپ کے ذمے گھر والوں نے کوئی کام تو نہیں لگا رکھا۔
- آپ نے کسی کو وقت تو نہیں دے رکھا؟

اگر ان باتوں میں سے کوئی ایک بھی بات ہو تو ناول الماری میں رکھ دیں، پہلے نماز اور دوسرے کاموں سے فارغ ہو لیں، پھر ناول پڑھیں۔

مخلص،
اشتیاق احمد

Malik Farrukh Naheem

دو باتیں

گونگا پیغام کی دو باتیں بھی کچھ گونگی قسم کی ہونی چاہییں — یوں بھی یہ ایک گونگی لڑکی کی کہانی ہے، لیکن ذرا دیکھیے تو سہی، اس کے گونگے پیغام نے کیا گل کھلایا — لیجیے، اب آپ کہیں گے گونگے پیغام بھی کہیں گل کھلا سکتے ہیں — اول تو گونگے پیغام ہوتے ہی نہیں ہو سکتے — لیکن آپ تو جانتے ہیں، میرا ایک مقولہ ہے، آپ اسے عام طور پر ناولوں میں پڑھتے بھی رہتے ہیں، وہ یہ کہ اس دنیا میں کیا نہیں ہو سکتا، سبھی کچھ تو ممکن ہے۔ میرا خیال ہے، اگر آپ اس مقولے سے اتفاق رکھتے ہیں تو پھر یہ بات بھی تسلیم کرتے ہوں گے، ورنہ پھر ناول پڑھ کر دیکھ لیجیے، حقیقت آپ پر عیاں ہو جائے گی — آپ یہ دو باتیں پڑھ کر کہیں گونگے تو نہیں بن گئے — لیجیے، میں ہی گونگا بن جاتا ہوں، تاکہ آپ ناول تو پڑھ سکیں —

آ گیا کیس

"ہمیں کوئی ایسا کیس حل کرنا چاہیے جس سے لوگ ہمارا لوہا مان جائیں۔" اشفاق نے میز پر مکا مارتے ہوئے کہا۔

"لیکن لوہا منوا کر ہمیں کیا فائدہ ہوگا؟" آفتاب نے منہ بنایا۔

"ہمارا نام روشن ہوگا، شہرت ہوگی — ہمیں دھڑا دھڑ کیس ملنے لگیں گے، ہمارے پاس کیسوں کی اس قدر بھرمار ہو جائے گی کہ ہمیں ادارے کے لیے اور کارکن رکھنے پڑیں گے — اس طرح ہماری آمدنی بہت بڑھ جائے گی۔" اشفاق نے جلدی جلدی کہا۔

"کہتے ہیں، پہلے زمانے میں ایک شیخ چلی تھا، وہ بھی اسی طرح خیالی پلاؤ پکایا کرتا تھا۔" اخلاق نے طنزیہ لہجے میں کہا۔

"بھئی واقعی — پلاؤ کھائے تو بہت دن ہو گئے۔" میں نے فوراً کہا —

"لیکن امی جان ہم سے سخت ناراض ہیں۔ ان کا خیال ہے کہ ہم خاطر خواہ معاوضہ نہیں لیتے، دوسرے ہمیں معاوضہ دینے پر تلے ہوتے

ہیں اور ہم کم لینے پڑ ڈٹے رہتے ہیں۔ لہٰذا ان کا خیال ہے کہ ہم ایک دم بالکل نکمے ہیں۔ اور نکموں کے لیے پلاؤ نہیں پکایا جا سکتا۔" آفتاب نے جلدی جلدی کہا۔

"بات کیا ہو رہی تھی۔ اور پہنچ گئی پلاؤ پر۔" اشفاق نے منہ بنایا۔

"دیکھو بھئی۔ نہ ہمیں لوہا منوانے کی ضرورت ہے، نہ شہرت کی اور نہ دھڑا دھڑ کیس حاصل کرنے کی، کام وہی اچھا ہے جو اطمینان اور سکون سے کیا جائے اور ملک اور قوم کی بھلائی کو سامنے رکھ کر کیا جائے، بلکہ اس سے بھی پہلے اپنے دینِ اسلام کو پیش نظر رکھ کر کیا جائے۔" میں نے لیکچر جھاڑا۔

"ہوں۔ لیکن اگر لگے ہاتھوں ہم کوئی شاندار قسم کا کیس حل کرنے میں کامیاب ہو جائیں تو کیا حرج ہے۔" اشفاق نے کندھے اچکائے۔

"تو کیا تمہارے خیال میں انسانوں کو دھوئیں میں تبدیل کرنے والا کیس شاندار نہیں تھا۔" میں نے اسے گھورا۔

"ہاں آ۔ وہ بھی تھا، لیکن۔"

اشفاق کے الفاظ درمیان میں ہی رہ گئے۔ اسی وقت اندرونی دروازہ کھلا اور امّی جان اندر داخل ہوئیں۔ ان کے چہرے پر ایک خوش گوار مسکراہٹ تھی۔ ہم بوکھلا گئے۔ بوکھلا اس لیے گئے کہ ان کے چہرے پر خوش گوار مسکراہٹ ہمارے لیے خوش گوار ثابت نہیں ہوتی تھی:

"لڑکو! تم کسی کام کے بھی ہو یا بالکل نکمے ہی ہو۔"

"امّی جان! آپ ہمیں بارہا آزما چکی ہیں اور ہر بار ہم کام کے ہی ثابت ہوتے ہیں۔" میں نے فوراً کہا۔

"لیکن میں ایک بار اور تمہیں آزمانا چاہتی ہوں۔" وہ بولیں۔

"ہمیں کوئی اعتراض نہیں، اللہ نے چاہا تو ہم اس آزمائش میں بھی پورے اتریں گے۔"

"ہمارے مکان کی اوپر والی منزل کی تمہاری خالہ جان کو ضرورت ہے۔"

"جی۔ کیا فرمایا۔" ہم دھک سے رہ گئے۔ ہوش اڑتے محسوس ہوئے، میں نے تھر تھر کانپتی آواز میں کہا:

"تت۔ تو کیا۔ تو کیا آپ یہ چاہتی ہیں کہ ہم اوپر والی منزل کو اٹھا کر ان کے گھر پہنچا دیں۔"

"ارے نہیں۔ تم غلط سمجھے۔" وہ ہنس پڑیں۔ "میرا ایسا کوئی ارادہ نہیں اور نہ تمہاری خالہ جان یہ چاہتی ہیں کہ ہم اپنی اوپر والی منزل اٹھا کر انہیں دے دیں۔ بات تو صرف اتنی سی ہے کہ وہ کچھ دنوں کے لیے ہماری اوپر والی منزل میں منتقل ہو رہے ہیں، کیونکہ انہیں اپنے مکان کی مرمت کرانا ہے۔ لہٰذا تم لوگ بس اتنا کرو کہ ان کا ضروری سامان اٹھا کر یہاں لے آؤ۔"

"آپ۔ آپ کا مطلب ہے۔ ہم لے آئیں۔" میں نے بوکھلا کر

پوچھا ــ

"ہاں بھئی ــ اور کیا۔"

"لیکن امّی جان ــ یہ ریڑھے اور ٹرک وغیرہ کس کام آئیں گے۔"

"اوہو ــ بھئی میرا مطلب یہی تھا نا ــ تم کسی ریڑھے وغیرہ پر سامان لدوا کر یہاں لے آؤ۔"

"اوہ ــ شکریہ ــ ہم یہ کام ضرور کر دیں گے ــ آپ فکر نہ کریں۔" میں نے اطمینان کا سانس لیا۔

"میں کیوں فکر کروں ــ فکر تو تمہیں کرنی چاہیے ــ سامان لانے کی۔" انہوں نے آنکھیں نکالیں۔

"ہاں ــ یہ بھی ٹھیک ہے ــ"

اسی وقت قدموں کی آواز ابھری اور ابا جان دفتر میں داخل ہوئے ــ

"ہیلو بیگم ــ یہاں کیا ہو رہا ہے۔"

"اوہ ــ آپ آ گئے ــ آئیے ــ آپ کے لیے کھانا لگا دوں ــ" وہ جلدی سے بولیں۔

"میں نے پوچھا ہے ــ یہاں کیا ہو رہا ہے۔"

"سلمیٰ بہن کچھ دنوں کے لیے ہماری اوپر والی منزل میں آ رہی ہیں ــ انہیں ان کا سامان لانے کے لیے کہہ رہی تھی۔"

"لیکن ان کا سامان تو آ بھی چکا ہے ــ"

"ارے ــ وہ کیسے۔"

"بذریعہ ٹرک ــ مزدور سامان اتار رہے ہیں۔"

"اوہو ــ حد ہو گئی ــ پھر بھلا میں یہاں کیا کر رہی ہوں ــ" انہوں نے کہا اور جلدی سے دروازے کی طرف مڑ گئیں۔

"آپ کا بہت بہت شکریہ ابا جان۔" آفتاب خوش ہو کر بولا۔

"شکریہ کس بات کا۔"

"آپ نے ہمیں بہت سا سامان اٹھا کر ٹرک پر لدوانے اور یہاں لا کر اتروانے سے بچا لیا۔"

"میں نے نہیں ــ تمہاری خالہ نے ــ جا کر اُن کا شکریہ ادا کرو۔"

"تو کیا وہ آ چکی ہیں۔"

"نہیں ــ آنے ہی والی ہوں گی۔"

"تو جب وہ آ جائیں گی ــ ہم شکریہ ادا کر دیں گے ــ"

"معلوم ہوتا ہے ــ آج کل بالکل بے کار ہو۔" یہ کہتے وقت وہ مسکرائے ــ

"کیس آتے کیا دیر لگتی ہے ــ کیا خبر ــ کیا ــ"

عین اسی وقت فون کی گھنٹی بجی:

"لو آ گیا کیس ــ تم کیس سنو ــ میں تمہاری خالہ جان کا سامان اُوپر رکھواتا ہوں۔" یہ کہہ کر وہ بھی چلے گئے اور میں نے ریسیور اٹھایا:

"ہیلو ــ کون صاحب بول رہے ہیں۔" میں نے پُرسکون آواز میں

کہا۔

دوسری طرف سے صرف سانس لینے کی آواز سنائی دیتی رہی۔ البتہ سانس زور زور سے لیا جا رہا تھا۔

"کون ہے بھئی۔ بات کریں نا۔" میں نے بُرا سا منہ بنایا۔

"غا۔ آ۔ آ۔ شا۔" دوسری طرف سے کہا گیا۔

"یہ کون سی زبان کے الفاظ ہیں۔" میں نے حیران ہو کر پوچھا۔

"غیں۔ شا۔ با۔ پا۔" دوسری طرف سے پھر عجیب و غریب الفاظ سنائی دیے۔

"بھئی یہ کیا۔ آخر آپ کون ہیں اور کس زبان میں بات کر رہے ہیں، میرے پلے تو کچھ نہیں پڑ رہا۔" میں نے جھنجلا کر کہا۔

جواب میں پھر تیز تیز سانسوں کی آوازیں سنائی دیں، پھر کسی کے گال پر زوردار طمانچہ لگنے کی آواز آئی اور ریسیور کو کریڈل میں پٹخ دیا گیا، میں نے محسوس کیا، طمانچہ فون کرنے والے کو مارا گیا تھا۔ اور پھر اس کے ہاتھ سے ریسیور چھین لیا گیا۔ میں نے فون کو مایوسانہ نظروں سے گھورا اور پھر ریسیور رکھ دیا۔

"کیا ہوا بھائی جان۔ کیا کوئی کیس ملتے ملتے رہ گیا۔" آفتاب بولا۔

"نہیں۔ فون کرنے والا یا تو اُردو نہیں جانتا تھا یا پھر اسے بولنا ہی نہیں آتا تھا۔"

"بولنا نہیں آتا تھا۔" اشفاق نے حیران ہو کر کہا۔

"ہاں۔ میں تو یہی سمجھا ہوں۔"

"تب پھر ہو سکتا ہے۔ فون کرنے والا گونگا ہو۔" آفتاب بو

"کیا کہا۔ گونگا۔" میں چونک اٹھا۔

"جی ہاں۔ میں نے گونگا ہی کہا ہے۔"

"اوہ۔ تمہارا خیال بالکل ٹھیک ہے۔ وہ ضرور گونگا تھا۔ وہ فون پر کچھ کہنا چاہتا تھا، لیکن گونگا ہونے کی وجہ سے کچھ کہہ نہ سکا۔ سوال یہ ہے کہ اسے تو معلوم تھا، وہ گونگا ہے، فون پر کچھ نہیں کہہ سکے گا۔ پھر اس نے فون کرنے کی کوشش کیوں کی؟" میں نے حیرت زدہ لہجے میں کہا۔

"یہ بتانے کے لیے کہ وہ اگرچہ گونگا ہے، پھر بھی آپ سے کچھ کہنا چاہتا ہے۔"

"اوہ۔ لیکن ہمیں کس طرح معلوم ہو۔ وہ کہاں رہتا ہے۔ کون ہے۔" اخلاق بولا۔

"اور اس کے گال پر کسی نے طمانچہ بھی مارا تھا۔ پھر ریسیور چھین کر کریڈل میں پٹخا تھا۔"

"حیرت ہے۔ آخر وہ کون ہو سکتا ہے۔" اشفاق بڑبڑایا۔

"سب سے بڑی اُلجھن تو یہ ہے کہ ہم اس کے بارے میں کس طرح پتا چلائیں۔"

"ہمیں پتا چلانے کی ضرورت ہی کیا ہے۔"

Malik Farrukh Nadeem

عین اسی وقت فون کی گھنٹی پھر بجی۔ میں نے جلدی سے ریسیور اٹھایا اور سیدھا ہو کر بیٹھ گیا، کیونکہ پھر کسی کے تیز تیز سانس لینے کی آواز کانوں سے ٹکرائی تھی:

"ہیلو۔ آپ کون صاحب ہیں اور یہ معاملہ کیا ہے؟"

"غا۔ خو۔ شا۔ شا۔" دوسری طرف سے کہا گیا۔

"میرا خیال ہے۔ آپ گونگے ہیں۔ کیوں یہی بات ہے نا۔ اس صورت میں فون پر کس طرح اپنی بات کہہ سکیں گے۔ بہتر ہو گا کہ ہمارے دفتر میں آجائیں۔ اسی صورت میں ہم آپ کے کسی کام آسکتے ہیں۔"

دوسری طرف سے کوئی جواب نہ دیا گیا، اسی وقت پھر ایک زور دار طمانچے کی آواز سنائی دی۔ اور پھر ریسیور میں کہا گیا:

"تم جو کوئی بھی ہو۔ جہنم میں جاؤ۔"

"شکریہ ہمیں۔ ہمیں کوئی شوق نہیں۔ آپ خود ہی زحمت کریں۔"

میرے ان الفاظ کے ساتھ ہی ریسیور رکھ دیا گیا اور میں ہونقوں کی طرح تینوں کو دیکھنے لگا:

"کیا اسی نے اس بار کوئی بات کی ہے؟"

"اس نے نہیں۔ کسی اور نے۔ فون اسی نے کیا تھا، لیکن ایک بار پھر ریسیور اس کے ہاتھ سے چھین لیا۔ البتہ اس مرتبہ ریسیور چھیننے والے نے مجھے جہنم میں جانے کا مشورہ دیا ہے۔"

"ہمیں بھی ساتھ لے جانا نہ بھولیے گا۔" آفتاب نے جلدی سے کہا۔

"کیا کہہ رہے ہو۔ جہنم سے تو لوگ خدا کی پناہ مانگتے ہیں۔"

"اوہ میں۔ میرے منہ سے غلط الفاظ نکل گئے۔ اللہ تعالیٰ معاف فرمائیں۔"

"خیر۔ اس مرتبہ آپ نے فون چھیننے والے کی آواز تو سن ہی لی۔"

"ہاں! اور میں وہ آواز بھلا نہیں سکوں گا۔ وہ آواز بہت ہی کھردری تھی۔ کانوں کو چھیلتی محسوس ہوئی تھی۔" میں نے کہا۔

"خدا کا شکر ہے۔ فون میں نہیں سن رہا تھا۔" آفتاب بول اٹھا۔

"میں عجیب قسم کی بے چینی محسوس کر رہا ہوں۔ جی چاہتا ہے۔ کسی طرح یہ معلوم ہو جائے۔ وہ گونگا کون ہے اور کہاں سے فون کر رہا ہے۔" میں نے پریشان ہو کر کہا۔

"تو پھر چلیے۔ کسی نجومی کی خدمات حاصل کر لیتے ہیں۔" آفتاب مسکرایا۔

"توبہ ہے۔ تمہیں مذاق۔ مذاق۔ مذاق۔" اشفاق ایک ہی لفظ دہراتا چلا گیا۔ اس کی نظریں باہر سڑک پر لگی تھیں، جہاں ایک کار ابھی ابھی آکر رکی تھی۔ ہم نے دیکھا، اس میں سے ایک عجیب شکل صورت کا آدمی اترا اور تیر کی طرح ہماری طرف آیا۔ اس نے ایک نظر ہمارے بورڈ پر ڈالی اور پھر جھپاک سے اندر داخل ہو گیا:

"جلدی سے میرے ساتھ چلیے۔"

"جی — لیکن ایسی بھی کیا جلدی — اطمینان سے بیٹھ جائیے اور بتائیے کیا بات ہے۔ کہاں جانا ہے؟" میں نے پُرسکون لہجے میں کہا۔ اس وقت تک ہم اس کا بغور جائزہ لے چکے تھے — اس کے جسم پر بے ڈھب سا لباس تھا — شلوار قمیص کے اوپر پشم کی واسکٹ — جو اسے پہاڑی باشندہ ظاہر کر رہی تھی — پیروں میں فوجی قسم کے بوٹ تھے۔ سر کے بال اُلجھے ہوئے تھے، یوں لگتا تھا جیسے مہینوں سے اس نے کنگھا نہ کیا ہو — آدھے بال کالے اور آدھے سفید تھے — گویا کھچڑی سی پکی ہوئی تھی — ہاتھ بہت چوڑے اور مضبوط نظر آئے تھے — ان کی طرف دیکھنے سے خوف محسوس ہوا — لہٰذا ہم نے فوراً ان پر سے نظریں ہٹالیں —

"میں بہت جلدی میں ہوں — اطمینان سے بیٹھنا میں نے نہیں سیکھا — آپ اگر چل سکتے ہیں تو فوری طور پر چلنا پڑے گا —"

"لیکن جانا کہاں ہے — معلوم بھی تو ہو۔"

"بس جہاں میں لے جانا چاہوں —"

مجھے ایک دم ڈاکوؤں والا کیس یاد آگیا — وہ بھی تو ہمیں اسی طرح لے گئے تھے — چنانچہ میں نے کہا:

"ہمیں افسوس ہے، ہم اس طرح نہیں جا سکتے — پہلے آپ پوری بات بتائیں گے، پھر ہم اس پر غور کریں گے اور غور کرنے کے بعد یہ فیصلہ کریں گے کہ آپ کا معاملہ اپنے ہاتھ میں لیں یا نہ لیں —

اب اگر آپ کی مرضی ہو تو نہایت اطمینان سے بیٹھ کر ہمیں صورت حال سے آگاہ کریں، ورنہ خوشی سے تشریف لے جا سکتے ہیں۔"

"ہوں — میں نے تو سُنا تھا، تم لوگ معاوضہ لے کر لوگوں کے اُلجھے ہوئے مسائل حل کر دیتے ہو۔" اس نے غرّا کر کہا۔

"اور آپ نے غلط نہیں سنا تھا۔"

"تب پھر — تم لوگ میرے ساتھ چلتے کیوں نہیں۔"

"ہمیں کیا معلوم — آپ کا معاملہ ہماری مرضی کے مطابق ہے بھی یا نہیں۔"

"اچھا خیر — یونہی سہی — میں بتائے دیتا ہوں —" یہ کہہ کر اُس نے کُرسی گھسیٹی اور بیٹھ گیا، پھر بولا:

"میری بیٹی کو اغوا کر لیا گیا ہے۔"

"کیا کہا — اغوا کر لیا گیا ہے —"

"ہاں! میں نے یہی کہا ہے — میں کوئی سنسکرت نہیں بول رہا اور نہ تم لوگ سنسکرت سمجھ سکتے ہو، لیکن اُردو تو سمجھتے ہو نا —" وہ بھنّا کر بولا۔ اس کا لہجہ بہت سخت تھا، اگر اس کی بیٹی کے اغوا کی خبر نہ سُن لی ہوتی تو ہم اس سے فوراً کہہ دیتے، یا تو نرم لہجے میں بات کرے یا چلتا پھرتا نظر آئے، کیونکہ ہم اس کے ملازم یا غلام نہیں تھے۔

"ہوں — تو آپ کی بیٹی کو اغوا کر لیا گیا ہے، تب تو آپ کو سیدھا پولیس اسٹیشن جانا چاہیے تھا۔"

Malik Farrukh Nadeem

"تو تم لوگوں کا کیا خیال ہے۔ میں اتنا ہی بے وقوف ہوں۔
پولیس کے پاس جانے کی بجائے۔ تمہارے پاس چلا آتا۔"
"نہیں۔ اتنے نظر تو نہیں آتے۔" آفتاب بول پڑا۔
"کیا مطلب۔" وہ بھنّا اٹھا۔
"چلیے خیر کوئی بات نہیں۔ اس کی زبان پھسل جاتی ہے۔ تو آپ
پہلے پولیس اسٹیشن گئے تھے۔"
"ہاں۔ لیکن یہ تین دن پہلے کی بات ہے۔ تین دن گزر گئے
ہیں۔ لیکن وہ میری بچی کو اب تک تلاش نہیں کر سکے۔ پریشانی
کے عالم میں میں نے اپنے چند دوستوں سے پتا کیا۔ ان میں سے
ایک نے تم لوگوں کا نام بتایا اور میں یہاں چلا آیا۔" اس نے بتایا۔
"تب آپ ہوا کے گھوڑے پر کیوں سوار تھے۔ معاملہ تو تین دن
پرانا ہو چکا ہے۔ ہم اگر چند منٹ دیر سے بھی پہنچ جائیں گے
تو کیا فرق پڑ جائے گا۔" میں نے حیران ہو کر کہا۔
"میں زیادہ دیر کے لیے گھر سے باہر نہیں رہ سکتا۔ کیا خبر
کس وقت اغوا کرنے والوں کا فون آجائے۔"
"اوہ ہاں۔ یہ بھی ٹھیک ہے۔ خیر۔ چلیے۔ ہم آپ کے ساتھ
چلنے کے لیے تیار ہیں۔ باقی باتیں ہم راستے میں پوچھ لیں گے۔"
"یہی میں چاہتا تھا۔" اس نے فوراً کہا اور اٹھ کھڑا ہوا۔
ہم اس کی کار میں بیٹھ گئے۔ میں اس کے ساتھ آگے

[illegible]
"اب ذرا پوری تفصیل سے بتائیے۔ اغوا کی واردات کس طرح
[illegible] کس وقت ہوئی۔ اغوا کرنے والوں کے اب تک کتنے فون
[illegible] ہاں تو بتائیے نا۔ آپ خاموش کیوں ہو گئے۔"
"[illegible] بتاؤں تو اس وقت۔ جب آپ خاموش ہوں۔" اس
[illegible] کر کہا۔
"یہ بھی ٹھیک ہے۔ بھائی جان۔ آپ خاموش رہیے نا۔" آفتاب
[illegible] میں نے گردن گھما کر اسے گھورا اور بولا:
"خاموش بیٹھو۔"
"[illegible] تو پہلے ہی خاموش ہوں۔" اس نے منہ بنا کر کہا۔
"تم خاموش ہو۔ حد ہو گئی۔" اشفاق نے بھنّا کر کہا۔
"[illegible] کیا ہو گیا ہے۔ کہیں ہم نے خاموشی کا غلط مطلب تو
[illegible] لیا۔"
[illegible] سخت کار رک گئی۔ کار والے نے ہمیں باری باری گھورنا
[illegible]
"خیر تو ہے جناب۔ کیا کار میں کوئی خرابی ہو گئی ہے۔"
"مجھے تو خرابی تمہارے دماغوں میں لگتی ہے۔" اس نے کہا۔
"[illegible] جناب۔" میں برا مان کر بولا۔
"[illegible] بولتے جا رہے ہو۔ ایک دوسرے کو خاموش رہنے کی

Malik Farrukh Nadeem

ہدایت کرتے چلے جا رہے ہو، لیکن خاموش ہوتے نہیں۔ تم بھلا میرا مسئلہ کیا حل کر سکو گے۔"

"اگر آپ کا یہی خیال ہے تو ہمیں یہیں اتار دیجیے۔ ابھی ہم زیادہ دور نہیں آئے۔ پیدل واپس چلے جائیں گے۔ اگر آپ نے اس قسم کا فیصلہ آگے جا کر کیا تو ہمیں بذریعہ ٹیکسی واپس آنا ہوگا اور ابھی ہم نے آپ سے فیس نام کی کوئی چیز وصول نہیں کی۔" آفتاب نے جلدی جلدی کہا۔

"اف خدا۔ میں کن لوگوں کے درمیان پھنس گیا۔" وہ تلملا کر بولا۔

"آپ کو اتنا بھی نہیں معلوم۔ ہم شوکی برادران ہیں۔"

"میرا خیال ہے۔ آپ اتر ہی جائیے۔" اس نے بے چارگی کے عالم میں کہا۔

"بہت بہتر۔ اتر جاتے ہیں۔ آؤ بھئی چلیں۔" میں نے دروازہ کھولتے ہوئے کہا۔

"چلیے بھائی جان۔ یہ اپنی بیٹی کو پولیس کے ذریعے تلاش کر لیں گے۔" اشفاق نے منہ بنایا۔

"اچھا۔ خدا کے لیے بیٹھے رہیے۔ اور خاموش ہو کر میری بات سن لیجیے۔" اس نے جھنجلائے ہوئے لہجے میں کہا۔

"بہت جلدی پروگرام بدل دیا آپ نے۔" آفتاب چہکا۔ اس نے اسے گھورا اور کار آگے بڑھا دی۔ اس کے الفاظ ہمارے کانوں

[illegible] لگے:

"میری بیٹی کا نام انجم ذکی ہے۔ اس کی عمر تیرہ سال ہے۔ تین دن پہلے شام کے چار بجے وہ پائیں باغ میں جا بیٹھی۔ اسے باغ میں بیٹھنا بہت پسند ہے۔ کچھ دیر بعد میں باغ کی طرف گیا تو وہ وہاں نہیں تھی۔ میں بہت حیران ہوا۔ اسے آوازیں دیں۔ باغ میں تلاش کیا۔ پھر گھر میں دیکھا۔ لیکن وہ کہیں بھی نہ ملی۔ اس کے بعد ہم نے محلے کے گھروں میں جا کر پوچھا، پھر میں کار لے کر ادھر ادھر گیا۔ لیکن اس کا کوئی پتا نہ چلا۔ آخر مجھے پولیس میں رپورٹ درج کرانا پڑی۔ پولیس والوں نے دلاسا دیا۔ لیکن صبح تک بھی وہ بچی کو تلاش نہ کر سکے۔ پھر دوسرا دن بھی گزر گیا۔ اور اب تین دن ہو گئے ہیں۔ اس کی ماں کی آنکھوں کے آنسو روتے روتے خشک ہو گئے ہیں۔ وہ پاگل سی دکھائی دینے لگی ہے۔ کھانا پینا چھوڑ دیا ہے۔ ہماری بس وہ ایک ہی بچی ہے۔"

یہاں تک کہہ کر وہ خاموش ہو گیا۔

"بہت دکھ ہوا یہ حالات سن کر۔ لیکن آپ نے دو باتیں نہیں بتائیں۔ آپ کا نام کیا ہے۔ اور آپ کہاں رہتے ہیں۔"

"میرا نام سرور ذکی ہے۔" اس نے کہا۔

"سرور ذکی۔" میں نے کھوئے کھوئے لہجے میں کہا۔

"کیوں۔ کیا بات ہے۔"

"جہاں تک میں جانتا ہوں ـ سرور ذکی اس شہر کے سب سے مشہور سرکاری وکیل کا نام ہے۔"

"ہاں ـ یہ ٹھیک ہے ـ" اس نے کہا۔ "میں وہی سرور ذکی ہوں۔" چند لمحے بعد وہ پھر بولا:

"میں نے تمام حالات سُنا دیے ہیں ـ چند باتیں جو رہ گئی ہیں ـ باغ کے معائنے کے دوران بتا دوں گا ـ ہاں اتنا اور بتا دوں کہ میری بیٹی انجم ذکی ـ گونگی ہے۔"

"کیا!!!" ہم چاروں ایک ساتھ بولے ـ

Malik Farrukh Naeem

کیا!!!

تیز آوازوں نے سرور ذکی کو بوکھلا دیا، اس نے ایک بار پھر کار روک لی اور جھلا کر بولا:

"کیا ہے ـ اتنی زور سے کیوں چیخے ہو۔"

"تو پھر کتنی زور سے چیختے۔" آفتاب نے منہ بنایا۔

"اس میں چیخنے والی بات ہی کیا تھی؟" اس نے بھنا کر کہا۔

"آپ کو کیا معلوم ـ چیخنے والی بات تھی یا نہیں۔" اخلاق نے بھی تیز لہجے میں کہا۔

"اگر تھی تو بتاؤ نا ـ" اس نے سٹیرنگ پر زور سے ہاتھ مارا جو کہ ہارن والے سوئچ پر لگا ـ ایک راہگیر کار کے بالکل قریب سے گزر رہا تھا، وہ چونک کر مڑا اور بولا:

"جی فرمائیے ـ کیا کوئی پتا تلاش کر رہے ہیں آپ۔"

"جی نہیں شکریہ ـ آپ جا سکتے ہیں۔" سرور ذکی کو اور بھی غصہ آ گیا ـ

"تو پھر ہارن بجا کر مجھے کیوں بلایا تھا، اگر کچھ پوچھنا نہیں تھا۔"

"ہارن بجایا نہیں، بج گیا تھا ۔ سمجھے آپ۔" سرور ذکی پھاڑ کھانے والے لہجے میں بولا۔

"ج ۔ جی ۔ سمجھ گیا۔" راہگیر نے کہا اور جلدی جلدی قدم اُٹھانے لگا۔

"بات دراصل یہ ہے ذکی صاحب ۔ کہ آج ۔ آپ کے آنے سے تھوڑی دیر پہلے ہی ہمیں دو مرتبہ کسی کا فون موصول ہوا تھا ۔ شاید تیسری بار بھی آتا ۔ اگر آپ ہمیں ساتھ نہ لے آتے۔"

"لیکن آپ لوگ میری بات سُن کر چیخے کیوں تھے ۔ یہ بات تو اب بھی واضح نہیں ہو سکی۔"

"ابھی واضح ہو جاتی ہے ۔ فکر نہ کریں ۔ ہم وضاحت کرنے میں کافی مہارت رکھتے ہیں، کیوں بھائی جان۔" آفتاب بولا۔

"ارے مگر ۔ آپ نے کار کیوں روک لی ۔ کار آگے بڑھائیے نا، اس طرح تو وقت ضائع ہو گا۔"

"اچھا۔" اس نے کہا اور کار چلا دی۔

"اب بتائیے۔" وہ بولا۔

"ہمیں دو مرتبہ فون ضرور موصول ہوا، لیکن فون کرنے والا کچھ کہہ نہیں سکا ۔ اس کے منہ سے صرف خا ۔ آ ۔ شا ۔ قسم کی آوازیں نکلتی رہیں ۔ دونوں مرتبہ کسی نے اس کے ہاتھ سے ریسیور چھینا ۔ اور ریسیور

چھیننے سے پہلے اس کے گال پر طمانچہ بھی مارا ۔ اس سے ہم صرف اور صرف اس نتیجے پر پہنچ سکے تھے کہ فون کرنے والا گونگا ہے ۔"

کار یک لخت ایک جھٹکے سے رُک گئی ۔ پیچھے آنے والی گاڑی بمشکل ٹکرانے سے بچ سکی ۔ اس کا ڈرائیور بڑبڑاتا ہوا آگے نکل گیا۔

"اب آپ نے کار کیوں روکی۔"

"اور کیا کروں ۔ تمہیں یہ بات مجھے وہیں بتا دینی چاہیے تھی ۔" اس نے دانت پیستے ہوئے کہا۔

"وہیں کہاں؟" اشفاق نے پوچھا۔

"اپنے دفتر میں۔"

"وہاں کس طرح بتا دیتے ۔ ہمیں کیا معلوم تھا کہ آپ بھی اسی لڑکی کے سلسلے میں ہم سے ملنے آئے ہیں جس نے گونگی ہوتے ہوئے دو مرتبہ ہمیں فون کرنے کی کوشش کی۔" میں نے جلے کٹے لہجے میں کہا۔

"یہ اور بات ہے کہ وہ دونوں مرتبہ کچھ بھی نہ کہہ سکی اور نہ کچھ سمجھا سکی ۔" آفتاب مسکرایا۔

"ان حالات میں کیا ہم یہ نہ سمجھ لیں کہ اغوا کرنے والا پاگل ہے، جب وہ جانتا ہے کہ لڑکی گونگی ہے اور فون پر کچھ بھی وضاحت نہیں کر سکتی تو وہ اس کے ہاتھ سے ریسیور کیوں چھین لیتا ہے۔" اخلاق نے جلدی جلدی کہا۔

Malik Farrukh Nadeem

"پتا نہیں وہ پاگل ہے یا نہیں — لیکن ہمیں ضرور پاگل کر دے گا۔" آفتاب بولا۔

"یہ کیا بات ہوئی۔" سرور ذکی نے حیران ہو کر کہا۔

"پہلے یہ بتائیے — آپ نے اب پھر — یعنی تیسری بار کار کیوں روکی۔"

"تم میں سے ایک کو دفتر میں رکنا چاہیے — کیا خبر انجم کا پھر فون آئے۔" اس نے پُر خیال لہجے میں کہا۔

"لیکن کیا فائدہ — وہ فون پر کچھ کہہ ہی نہیں سکے گی۔"

"ہوں — تو پھر کیا گھر ہی چلیں۔"

"ہاں! اس کے سوا کوئی چارہ نہیں۔" میں نے کندھے اچکائے اور اس نے ایک بار پھر کار آگے بڑھا دی — جب تک کار کوٹھی میں داخل نہیں ہو گئی — ہم ڈرتے ہی رہے کہ کہیں وہ چوتھی مرتبہ بھی کار نہ روک لے —

اس کی کوٹھی بہت عظیم الشان تھی — اس کے چاروں طرف گھنا باغ تھا جس میں بلند و بالا درخت تھے — پھولوں کے بے شمار پودے لہلہا رہے تھے — اسی وقت ہم نے کسی عورت کے سسکیاں بھرنے کی آواز سُنی —

ہم نے نظریں اُس طرف اٹھائیں — وہ دروازے پر آلتی پالتی مارے بیٹھی تھی، اس کے بال بکھرے ہوئے تھے — آنکھیں خشک تھیں۔ شاید آنسوؤں کا سارا ذخیرہ ختم کر چکی تھی — پھر بھی رو رہی تھی — یک لخت اس کی سسکیاں رُک گئیں — وہیں بیٹھے بیٹھے اس نے کہا:

"تم — تم میری بیٹی کو نہیں لائے نا — کیسے باپ ہو — ہر بار خالی ہاتھ آجاتے ہو۔"

"دیکھو عالیہ — میں ان لوگوں کو لے کر آیا ہوں — یہ بہت جلد تمہاری بیٹی کو تلاش کر دیں گے — کیوں بھئی — ٹھیک ہے نا — کر دو گے نا تم۔"

"ہاں — بالکل۔" میں نے بھرائی ہوئی آواز میں کہا۔

"سچ — بالکل سچ —" عورت کی آواز میں کپکپاہٹ تھی۔

"جی ہاں — انشاء اللہ ہم اسے تلاش کر دیں گے۔" میں نے کہا۔

"آؤ بھئی — میں تمہیں باغ کا وہ حصّہ دکھا دوں — جہاں وہ اکثر کھیلا کرتی تھی۔" وکیل نے کہا اور وہ اس کے ساتھ باغ میں پہنچے، عورت وہیں بیٹھی رہ گئی —

باغ میں ایک جگہ اینٹوں اور سیمنٹ کی چھتری بنائی گئی تھی، اس کے نیچے دائرے کی صورت میں کرسیاں نصب تھیں — درمیان میں ایک میز تھی۔ اس چھتری کے چاروں طرف گلاب اور موتیا

Malik Farrukh Nadeem

کے پودے لگے تھے، ان پر کھلے پھولوں سے خوشبو آ رہی تھی۔

"یہ ہے میری بیٹی کی پسندیدہ جگہ۔" سرور ذکی نے کہا۔

"اغوا کے بعد اس جگہ کا جائزہ لیا گیا تھا؟"

"ہاں! پولیس انسپکٹر انور علی خان نے آ کر سب سے پہلے اس جگہ کا معائنہ کیا تھا۔ یہاں ایک مردانہ جوتی کے نشانات پائے گئے تھے، سگریٹ کا ایک ٹکڑا بھی پاؤں سے مسلا گیا تھا، گویا اغوا کرنے والا سگریٹ پیتے ہوئے اندر داخل ہوا تھا اور سگریٹ اس وقت ختم ہونے کے قریب تھا۔ کسی قسم کی چھینا جھپٹی کے آثار نہیں ملے تھے۔ شاید مجرم کوئی بات بنا کر انجم کو باہر لے گیا، وہاں اس کی کار کھڑی ہو گی اور بس اسے کار میں بٹھا لیا گیا۔ کوٹھی کے [illegible] ایک کار کے ٹائروں کے نشانات بھی پائے گئے تھے۔ بس اس کے علاوہ کوئی چیز نہیں مل سکی۔"

"سگریٹ کا ٹکڑا کون سے برانڈ کا تھا؟"

"وہ کوئی غیر ملکی سگریٹ تھا۔ مسلے جانے کی وجہ سے پڑھا نہ جا سکا۔" اس نے کہا۔

"ہوں۔ تو آپ ہم سے یہ چاہتے ہیں کہ آپ کی بیٹی کو تلاش کر دیں۔"

"ہاں! اور اس کے لیے جو معاوضہ آپ چاہیں، میں دینے کے لیے تیار ہوں۔"

[illegible] جناب۔" میں نے واقعی حیرت زدہ انداز میں کہا۔

[illegible]" اس نے بھی حیران ہو کر پوچھا۔

[illegible] سرکاری وکیل ہیں۔ پولیس آپ کے ساتھ ہے۔ [illegible] کے سلسلے میں جو بھاگ دوڑ آپ کر سکتے ہیں، ہم بے چارے [illegible] بھی نہیں کر سکتے، پھر آپ نے ہماری خدمات حاصل [illegible] کیوں کیا۔ آپ تو سارے شہر کی پولیس کو اس کام پر [illegible]

[illegible] ٹھیک ہے۔ لیکن جب آدمی چاروں طرف سے مایوس [illegible] تو وہ سہارا لینے پر اُتر آتا ہے۔ جس کے بارے میں [illegible] کبھی سوچا بھی نہیں۔ اور پھر تم لوگوں کے بارے میں [illegible] ہی اچھے دوست نے مشورہ دیا تھا۔"

[illegible] اور پتا بتائیں۔" میں نے کچھ سوچ کر کہا۔

[illegible] کے نام پتے کی کیا ضرورت پڑ گئی۔" وکیل نے [illegible]

[illegible] کیس حل کرانا چاہتے ہیں تو ہمارے ہر سوال کا [illegible] جو کچھ ہم کہیں کرنا ہو گا۔"

[illegible] ان کا نام اجمل جمالی ہے۔ پتا ہے ۱۱۱۵ [illegible]

[illegible] نام اور پتا لکھ لیا اور بولا:

Malik Farrukh Naveed

"یہ کیا کرتے ہیں؟"

"یہ بھی ایک وکیل ہیں۔۔ لیکن سرکاری نہیں۔"

"ہوں۔۔ آپ کی کسی سے دشمنی تو نہیں۔"

"بظاہر تو نہیں۔۔ لیکن مقدمات کے سلسلے میں میرے بے شمار دشمن ہو سکتے ہیں۔۔ لیکن میرا خیال ہے کہ یہ کام کسی ایسے دشمن کا نہیں ہو سکتا۔۔ یہ تو کسی جرائم پیشہ گروہ کا کام ہے جو اغوا کر کے لوگوں سے بڑی بڑی رقمیں وصول کرتا ہے۔" سرور ذکی نے کہا۔

"یہی تو آپ کے کیس میں سب سے عجیب بات ہے۔۔ تین دن گزر گئے ہیں اور ابھی تک مجرموں کی طرف سے کوئی پیش کش وصول نہیں ہوئی، جب کہ آپ کی بیٹی دو مرتبہ ہم سے رابطہ قائم کرنے کی کوشش کر چکی ہے۔۔ اگر رابطہ قائم نہیں کیا تو مجرموں نے آخر کیوں۔۔ وہ کیا چاہتے ہیں۔۔ سرور ذکی صاحب۔۔ کیا آپ بتا سکتے ہیں کہ وہ کیا چاہتے ہیں۔"

"نن۔۔ نہیں۔۔ میں تو سوچ سوچ کر تھک چکا ہوں۔۔ ہر آن فون پر مجرموں کی طرف سے کسی پیش کش کا انتظار کر رہا ہوں۔۔"

"تب پھر یہ معاملہ اتنا سیدھا نہیں۔۔ اس اغوا کا ضرور کوئی اور مقصد ہے اور جب تک ہمیں وہ نہ معلوم ہو جائے۔۔ ہم اپنے مقصد میں کامیاب نہیں ہو سکتے۔۔ ہم سب سے پہلے اغوا کا مقصد معلوم کرنے کی کوشش کریں گے۔"

"لیکن اس سے بھی پہلے آپ کو معاوضہ طے کر لینا چاہیے۔" ذکی نے کہا۔

"معاوضے کی بات رہنے دیں۔۔ ہمیں جلد از جلد یہ معلوم کرنا ہے کہ انجم صاجد کو شہر میں کس جگہ رکھا گیا ہے۔۔ اب ہمیں اجازت دیجیے۔" میں نے جلدی سے کہا۔

"جی کیا مطلب۔۔ آپ لوگ جا رہے ہیں۔" اس نے حیران ہو کر کہا۔

"ہاں: اس لیے کہ یہاں رہ کر ہم انہیں تلاش نہیں کر سکیں گے۔۔ ان کی تلاش کے لیے ہمیں یہاں سے باہر نکلنا ہو گا۔۔ اگر ... کی طرف سے کوئی پیغام موصول ہوا۔۔ تو آپ فوراً ہمارے دفتر ... دیں، وہاں ہمارا ساتھی ارشد موجود ہے، وہ پیغام نوٹ کر لے ... وقتاً فوقتاً اس سے فون پر رابطہ قائم کرتے رہیں گے۔"

"... بات ہے۔۔ لیکن میں حیران ہوں۔۔ آپ اس سلسلے میں ... کریں گے۔۔ کام کہاں سے شروع کریں گے۔"

"یہ ہمارا کام ہے۔۔ ہم اپنے کام کے بارے میں زیادہ جانتے ... آپ اللہ سے ہماری کامیابی کی دعا کریں۔۔ اور اگر سرکاری کیسوں ... شوت وغیرہ دیتے رہے ہیں تو توبہ کریں۔"

یہ کہتے ہی ہم باہر کی طرف چل پڑے۔۔ سرور ذکی ہکا بکا ... گیا۔۔ شاید اسے آخری جملے کی امید ہرگز نہیں تھی۔۔ ایک ... ہم انجم جمالی کی کوٹھی پہنچے۔۔ گھنٹی بجانے پر ایک

"اور آپ ایک غیر سرکاری وکیل ہیں۔ ان کا اور آپ کا بھی بعض اوقات مقابلہ ہو جاتا ہوگا۔ گویا آپ کی بھی ان سے دشمنی ہو سکتی ہے، یہ اور بات ہے کہ ظاہر میں آپ دوست ہوں۔" میں نے بڑے جاسوسوں کے انداز میں انہیں گھورتے ہوئے کہا۔

"آپ کیسی عجیب وغریب باتیں کر رہے ہیں۔ شش شاید میں نے آپ کا نام انہیں بتا کر غلطی کی ہے۔"

"ابھی ابھی تو آپ کہہ رہے تھے کہ انہوں نے ہم سے رابطہ قائم کر کے عقل مندی کی ہے۔" اخلاق مسکرایا۔

"آپ کچھ اور بھی پوچھنا چاہتے ہیں۔" ان کے لہجے میں ناگواری آ گئی۔

"جی نہیں۔ اب اور کیا پوچھیں گے اور کیا کریں گے پوچھ کر۔ جب کہ آپ ناگواری محسوس کر رہے ہیں، آؤ بھئی چلیں۔" میں نے کہا اور اٹھ کھڑا ہوا۔

"بہت بہت شکریہ۔" انہوں نے فوراً کہا۔

"آپ نے شکریہ کس بات کا ادا کیا؟" آفتاب نے حیران ہو کر پوچھا۔

"آپ نے میرا پیچھا جو چھوڑ دیا۔"

"اس خوش فہمی میں نہ رہیے گا۔ ابھی ہم پھر بھی سوالات کرنے کے لیے آ سکتے ہیں۔" میں نے کہا اور ان کا منہ بن گیا۔

انہوں نے رخصت کے وقت بہت ڈھیلے ڈھالے انداز میں ہاتھ ملایا اور ہم باہر آ گئے۔ اس کیس میں ہم فی الحال کچھ بھی نہیں کر سکتے تھے۔ جہاں تک انجم کی تلاش کا معاملہ تھا تو وہ پولیس کر رہی تھی اور ہم اس سے اچھی تلاش کے قابل نہیں تھے۔ لہذا ہم نے دفتر جانے کی ٹھانی۔ جونہی دفتر پہنچے، ارشد نے کہا:

"سرور ذکی صاحب کئی بار فون کر چکے ہیں۔ انہوں نے کہا ہے کہ جونہی آپ لوگ آئیں۔ آپ کو ان کے پاس بھیج دیا جائے۔"

"تو بھیج دو نا بھئی۔ بھیجتے کیوں نہیں۔" آفتاب نے خوش ہو کر کہا۔

"[illegible]۔ تو پھر چلے جائیے۔" اس نے معصومانہ لہجے میں کہا اور ہم [illegible] باہر نکل آئے۔ سرور ذکی کے ہاں پہنچے تو اُن کے [illegible] ان کے کمرے میں پہنچا دیا۔ سرور ذکی کسی سے [illegible] کر رہے تھے اور ان کے چہرے پر عجیب و غریب [illegible] تھے۔ آخر انہوں نے 'اچھا۔ میں دیکھوں گا' کہتے ہوئے ریسیور [illegible] ہماری طرف مڑے:

"[illegible] نہیں پڑی۔" وہ بڑبڑائے۔

"[illegible] کی بات۔" میں نے حیران ہو کر کہا۔

"[illegible] فون پر بات کر رہے تھے۔ ان کا کہنا ہے کہ [illegible] آپ لوگوں کا نام ان کے سامنے لیا تھا۔"

اور یہ کہ آپ لوگ ہرگز اس قابل نہیں کہ آپ سے کام لیا جائے۔"

"یہ تو انہوں نے واقعی ٹھیک کہا۔ ہم واقعی اس قابل نہیں، ہم نے اس سلسلے میں آپ سے اب تک کچھ معاوضہ نہیں لیا، لہذا ہم چلتے ہیں، شکریہ۔" میں نے اپنا رُخ دروازے کی طرف کرتے ہوئے کہا۔

"ارے ارے۔ ٹھہریے تو سہی۔ یہ میرا نہیں، اجمل جمالی کا خیال ہے۔ میرا خیال تو یہ ہے کہ آپ لوگوں کے سوا اس کیس کو کوئی حل کر ہی نہیں سکتا۔"

"کیا آپ ہمارا مذاق اڑانے کی فکر میں ہیں۔" اشفاق نے انہیں تیز نظروں سے گھورا۔

"بالکل نہیں۔ میں بھلا آپ لوگوں کا مذاق کیوں اڑاؤں گا۔"

"ہوں۔ خیر۔ آپ کا یہ خیال کیوں ہے کہ ہمارے علاوہ اس کیس کو کوئی حل کر ہی نہیں سکتا۔"

"اس لیے کہ اغوا کرنے والوں کا فون موصول ہو چکا ہے۔"

"کیا!!!" ہم چاروں کے مُنہ سے ایک ساتھ نکلا۔

دوسری شرط

"جی ہاں! یہ بالکل درست ہے۔ ان کا فون ایک گھنٹا پہلے موصول ہوا تھا۔ وہ میری بچی کو واپس کرنے پر تیار ہیں۔"

"بھئی واہ۔ اس سے اچھی بات بھلا کیا ہو سکتی ہے۔" میں نے خوش ہو کر کہا۔

"اور انجم صاحبہ کو واپس کرنے کے لیے انہوں نے کتنی رقم طلب کی ہے۔" اخلاق نے بے چین ہو کر پوچھا۔

"کتنی بھی نہیں۔ انہوں نے سرے سے کوئی رقم نہیں مانگی۔"

"[illegible]۔"

"تب پھر انہیں یہ جرم کرنے کی ضرورت کیا تھی۔" اشفاق حیران ہو کر بولا۔

"انہوں نے ایک اور چیز کا مطالبہ کیا ہے۔ اور ایک اور شرط [illegible] ہے۔ اب مجھے ان کی دونوں شرائط پوری کرنا ہیں۔ [illegible] انجم کو واپس نہیں کریں گے اور اگر میں نے ان کی دونوں شرطیں

پوری کر دیں تو ان کا کہنا ہے، وہ انجم کو بحفاظت تمام واپس کر دیں گے۔"

"خدا کے لیے جلدی بتائیے۔ وہ دونوں شرائط کیا ہیں۔" میں بے چین ہو گیا۔

"ٹھہریے جناب۔ یہ بتانے سے پہلے یہ بتائیے کہ اب آپ یہ کس طرح کہہ سکتے ہیں کہ اس کیس کو ہمارے علاوہ کوئی حل کر ہی نہیں سکتا، جب کہ یہ کیس اب کیس رہ ہی نہیں گیا اور جب ایک کیس کیس نہ رہ جائے تو اسے حل کرنے کا سوال کس طرح پیدا ہو سکتا ہے۔ پہلے اس بات کی وضاحت کر دیں۔ پھر شرائط بتائیے گا۔" آفتاب نے جلدی جلدی کہا۔

"آپ لوگ عجیب ہیں۔ ایک کہتا ہے۔ جلدی سے یہ بات بتائیں، دوسرا کہتا ہے، یہ نہیں، پہلے وہ بات بتائیں۔ میں حیران ہوں۔ کیا بات بتاؤں اور کیا نہ بتاؤں۔"

"اس کی بات چھوڑیں اور آپ میری بات کا جواب دیں۔" میں نے بُرا سا منہ بنایا۔

"چلیے خیر۔ پہلے ان کی ہی بات کا جواب دے دیں۔ میں صبر کیے لیتا ہوں۔" آفتاب نے مسمسی صورت بنائی۔

"اغوا کرنے والوں نے میرے عجائب خانے کی ایک چیز طلب کی ہے۔"

"اور آپ انہیں وہ چیز دینا نہیں چاہتے۔ کیوں یہی بات ہے جناب:" اشفاق نے ان کی طرف بغور دیکھا۔

"حالات اور ہوتے تو ہرگز نہ دیتا۔ لیکن اس وقت سوال میری بچی کا ہے اور میری بیٹی کے بدلے میں تو وہ میرا سارا عجائب خانہ بھی مانگتے تو میں دینے سے ہرگز انکار نہ کرتا۔" انہوں نے جواب دیا۔

"تب تو آپ شکر کریں، انہوں نے صرف ایک چیز مانگی ہے۔" آفتاب خوش ہو گیا۔

"لیکن انہوں نے کیا چیز مانگی ہے۔" میں حیرت زدہ سا بولا۔

"آبنوس کی لکڑی کا بنا ہوا ایک بکس۔" وہ بولے۔

"جی۔ یہ کیا بات ہوئی۔" میں نے بوکھلا کر کہا، وہ تینوں بھی حیران رہ گئے۔

"ہاں۔ انہوں نے یہی چیز مانگی ہے اور یہ چیز میرے عجائب خانے میں موجود ہے۔ عجیب و غریب چیزیں جمع کرنے کا شوق بھی عجیب ہوتا ہے۔ اس شوق کے مارے لوگ اپنی عجیب چیزیں کسی قیمت پر فروخت کرنا پسند نہیں کرتے، اگر انہیں یہ معلوم ہو جائے کہ فلاں شخص کے پاس فلاں عجیب چیز ہے تو اُڑ کر اس کے پاس [illegible] قیمت پر وہ خریدنے کی کوشش کرتے ہیں۔ لیکن [illegible] کرتے۔ اور اسی لیے ان جرائم پیشہ لوگوں نے وہ بکس حاصل کرنے کے لیے یہ انوکھا پروگرام بنایا ہے۔ ہاں۔ لیکن مجھے

Malik Farrukh Nadeem

حیرت ہے۔ ان لوگوں کو اس بکس کی آخر کیا ضرورت پڑ گئی۔" سرور ذکی کہتے چلے گئے۔

"معاملہ واقعی عجیب ہے۔ آپ کے سوال سے زیادہ عجیب بات تو یہ ہے کہ انہیں اس بکس کے بارے میں کس طرح معلوم ہو گیا۔" میں نے سوچ میں گم لہجے میں کہا۔

"یہ کوئی ایسی بات نہیں۔ میرے عجائب گھر کو دیکھنے کے لیے لوگ آتے ہی رہتے ہیں، یہ ڈیوٹی میں نے اپنے عجائب گھر کے انچارج خاطر شریف کے ذمے لگا رکھی ہے کہ جو بھی کوئی دیکھنے کے لیے آئے، اسے دکھا دے۔"

"بہت خوب۔ معاملہ اب بہت دلچسپ ہوتا جا رہا ہے۔ ان کی دوسری شرط کیا ہے۔ اور یہ بھی بتائیے۔ بکس ان کے حوالے کس طرح کرنا ہے اور کب؟" میں جذبات بھری آواز میں بولا۔

"اب میں یہی بتانے والا ہوں۔ بکس ان کے حوالے کل کیا جائے گا۔ کل صبح جب سورج طلوع ہو رہا ہو گا۔ یعنی اس وقت، جونہی سورج طلوع ہو گا۔ وہ بکس حاصل کر لیں گے۔ اور انجم کو رہا کر دیں گے۔ اگر ہم نے کوئی گڑبڑ نہ کی تو وہ کسی کو کوئی نقصان نہیں پہنچائیں گے۔ ورنہ انجم کو زندہ نہیں چھوڑیں گے۔ یہ ہیں ان کی ہدایات۔"

"اور آپ نے دوسری شرط نہیں بتائی۔"

[illegible] شرط ان کی یہ ہے کہ بکس ان کے حوالے آپ لوگ [illegible]

[illegible] کیا مطلب؟" ہم ایک ساتھ چلائے۔

○

[illegible] کے لیے گہری خاموشی چھا گئی۔ ہم ٹکر ٹکر سرور ذکی [illegible] رہے تھے، آخر انہوں نے لب کھولے:

[illegible] فون پر بات کرنے والے نے یہی کہا تھا، اس نے وضاحت [illegible] ہم جانتے ہیں۔ آپ نے اس معاملے میں شوکی برادرز [illegible] ہے۔ لیکن وہ کل کے بچے ہیں۔ تاہم چونکہ وہ اس [illegible] ل چکے ہیں اور انہیں تمام حالات کا علم ہے، اس [illegible] ہے کہ آبنوسی بکس یہ لوگ ہم تک پہنچائیں گے۔"

[illegible] بکس پہنچانا کہاں ہے۔"

[illegible] پر۔ مجرم میری بیٹی کو لیے وہاں کھڑے ہوں گے، [illegible] ے کر جائیں گے، بکس ان کے حوالے کریں گے اور انجم [illegible] ے آ جائیں گے۔ کالی چٹان ایک ایسی جگہ ہے جس [illegible] صرف میدان ہے۔ دور دور تک درخت بھی کوئی [illegible] چاروں اطراف کا آسانی سے جائزہ لیتے رہیں گے

کہ ہم کوئی چال تو نہیں چل رہے۔ اگر انہوں نے دیکھا کہ بکس صرف آپ چاروں ہی لے کر آئے ہیں اور کوئی چال نہیں چلی گئی تو وہ بھی کوئی چال نہیں چلیں گے اور انجم کو آپ کے حوالے کر دیں گے اور یہی میں چاہتا ہوں۔"

"ہوں۔ کیا آپ نے مجرموں کے اس فون کے بارے میں پولیس کو اطلاع دے دی ہے؟"

"نہیں! میں تو اس بات کی پولیس کو ہوا بھی نہیں لگنے دوں گا۔ کیونکہ میں چاہتا ہوں۔ پہلے وہ بکس انہیں دے کر انجم کو آزاد کرا لوں۔ پھر انہیں اطلاع دوں۔ ورنہ وہ دخل اندازی کرکے کام خراب کر دیں گے۔ اس بکس کی میرے نزدیک اتنی اہمیت نہیں، اگر مجرم اس بکس کو لے کر فرار ہونے میں کامیاب بھی ہو گئے تو بھی یہ سودا میرے لیے مہنگا اور برا نہیں ہوگا، میں سمجھوں گا۔ میں بہت سستا چھوٹ گیا۔"

"خوب۔ لیکن حیرت یہ ہے کہ وہ بکس صرف اور صرف ہمارے ذریعے ہی کیوں منگانا چاہتے ہیں؟" میں نے حیران ہو کر کہا۔

"میں نے اس سے یہ سوال کیا تھا اور اس نے اس سوال کا جواب بھی دے دیا تھا۔" یہ کہہ کر وہ خاموش ہو گئے، ہم انتظار کرتے رہے کہ وہ مجرموں کا جواب ہمیں بھی بتائیں گے، لیکن جب ان کے ہونٹ نہ کھلے تو ہمیں بہت حیرت ہوئی؛ چنانچہ آفتاب سے

رہا نہ گیا، اس نے پوچھا:

"آپ نے بتایا نہیں، انہوں نے کیا جواب دیا؟"

"چھوڑیں اس بات کو۔ ہاں تو آپ نے کیا فیصلہ کیا ہے؟"

ہمیں بہت حیرت ہوئی کہ وہ یہ بات ہم سے چھپا کیوں رہے ہیں۔ میں نے جلدی سے کہا:

"اپنا فیصلہ ہم بعد میں سنائیں گے، پہلے تو آپ بتائیے۔ اس نے کیا کہا تھا؟"

"اگر آپ جاننا ہی چاہتے ہیں تو بتائے دیتا ہوں۔ انہوں نے کہا تھا۔ کہ آپ لوگ بہت بزدل واقع ہوئے ہیں اور یہ کام بزدل بہت بہتر طریقے پر کر سکتے ہیں۔ لہٰذا کوئی خطرہ محسوس نہیں کریں گے۔"

"بات تو انہوں نے ٹھیک کہی۔ اور اس سے ایک بات ثابت ہوتی ہے۔" میں نے خوش ہو کر کہا۔

"کیا بات۔" سرور ذکی حیران ہو کر بولے۔

"یہ کہ وہ ہمارے بارے میں سب کچھ جانتے ہیں۔ یہاں تک کہ ہماری عادات سے بھی واقف ہیں۔"

"ہوں۔ یہ تو ٹھیک ہے۔ اب بتائیے۔ آپ نے کیا فیصلہ کیا ہے؟"

"ہم یہ کام ضرور کریں گے۔ مجرموں کی شرط ضرور مانیں گے،

واقعی ہم سے بزدل آدمی آپ کو اس کام کے لیے نہیں مل سکیں گے۔" میں نے بُرا ماننے بغیر کہا۔

"لیکن ہماری بھی ایک شرط ہے۔" اشفاق بول اٹھا۔

"وہ کیا۔ معاوضہ۔" انہوں نے سوالیہ لہجے میں کہا۔

"نہیں ۔ معاوضے کو ماریے گولی۔ ہماری شرط یہ ہے کہ آپ ہمیں اسی وقت آبنوسی بکس دکھائیں گے۔ اور اس کے بارے میں ہم جو کچھ پوچھیں، بتائیں گے۔"

"ضرور ضرور۔ کیوں نہیں۔ آئیے ۔ میرے ساتھ۔"

دو منٹ بعد ہم شیشے کی دیواروں والے عجائب گھر میں داخل ہو رہے تھے اور عجیب و غریب چیزیں دیکھ دیکھ کر حیران ہو رہے تھے۔ ان میں بے شمار چیزیں بہت پرانے زمانے کی تھیں۔ ہر چیز کے ساتھ ایک کارڈ موجود تھا، جس پر اس کے بارے میں مختصر سی تفصیل درج تھی۔ ان سب چیزوں کو حیرت اور دلچسپی کے ساتھ دیکھتے ہوئے آخر ہم ایک شوکیس کے پاس پہنچے۔ ہم نے دیکھا۔ اس میں لکڑی کا تقریباً چھ انچ لمبا۔ چار انچ چوڑا اور تین انچ موٹا بکس رکھا تھا۔ اس پر عجیب قسم کے نقش و نگار بنے ہوئے تھے۔ سرور ذکی نے منہ سے ایک لفظ کہے بغیر تالا کھول دیا اور میں نے بکس اٹھا لیا۔ بکس کا وزن تقریباً پانچ سو گرام تھا۔ اوپر اور چاروں طرف کی دیواروں پر لکڑی کھود کر دیوی دیوتاؤں کی تصاویر

ئی گئی تھیں، تصاویر بنانے والا ضرور کوئی بہت کاری گر آدمی تھا۔ یونکہ تصاویر اگرچہ بہت چھوٹی تھیں، لیکن بہت واضح تھیں۔ ان کا یک ایک عضو نمایاں تھا۔

"یہ تو ایسا معلوم ہوتا ہے، جیسے کسی ہندو کا بنایا ہوا ہو۔"

"ہوں۔ بالکل ٹھیک۔ میں نے یہ ایک ہندو سے ہی خریدا تھا۔"

"تو کیا آپ نے اسے بازار سے خریدا تھا؟"

"نہیں۔ وہ ہندو اس بکس کو لے کر میرے پاس آیا تھا۔ اس کی حالت بہت خستہ تھی۔ جسم پر پھٹے پرانے کپڑے جھول رہے تھے ؤں میں جوتا تک نہیں تھا، پیٹ اندر کو پچکا ہوا تھا۔ ڈرائنگ روم میں بیٹھے ہوئے اس نے کہا:

'میرا نام رام چند ہے۔ میں نے سنا ہے۔ آپ عجیب و غریب چیزیں خریدنے کے شوقین ہیں، میرے پاس بھی ایک عجیب چیز ہے، ے میں کسی قیمت پر فروخت نہ کرتا۔ لیکن میں اور میرے بیوی بچے تین دن سے بھوکے ہیں۔ اور کھانے کا کوئی بندوبست نہیں ہو رہا۔ لہٰذا میں اس چیز کو فروخت کرنے پر تیار ہو گیا ہوں۔'

'ٹھیک ہے۔ دکھاؤ۔ وہ کیا چیز ہے۔' میں نے دلچسپی لیتے ہوئے کہا۔

اس نے پھٹے پرانے کپڑوں میں چھپایا ہوا یہ بکس نکالا اور میرے

"عجیب بات ہے۔ تیس سال بعد کسی کو اس بکس کا خیال کس
طرح آ گیا۔ کیا یہ وہ رام چند ہی ہے۔ اگر ہے تو تیس سال تک
وہ کہاں رہا۔ اب بھی تو اس نے بکس دولت سے خریدنے کی
کوشش نہیں کی۔ مجرمانہ طریقے سے حاصل کرنے کی کوشش کی ہے
پھر اس قسم کی کوشش تو تیس سال پہلے ہی کر سکتا تھا۔" اشفاق نے
سوچ میں گم لہجے میں کہا۔

"ہاں۔ ٹھیک ہے۔ اس بات پر تو حیرت مجھے بھی ہے۔"

"میں حیران ہوں۔ آخر کسی شخص کو اس بکس کی کیا ضرورت
آفتاب بولا۔

"یہ حیرت صرف تمہی کو نہیں۔ ہمیں بھی ہے۔" اخلاق نے
منہ بنایا۔

"اچھا۔ معلوم ہو گیا۔ سوال یہ ہے کہ اب ہم کیا کریں۔"
اشفاق بولا۔

"ہم اس بکس کو اس شخص کے حوالے کرنے کے سوا کر ہی کیا
سکتے ہیں۔ ویسے میں اس کا بغور جائزہ لینا چاہتا ہوں۔ کیوں
جناب۔ ذکی صاحب۔ کیا آپ ہمیں اجازت دیں گے۔" میں نے
پُر خیال لہجے میں کہا۔

"کس بات کی اجازت؟"

"اسے ساتھ لے جانے کی۔ یہ ہمیں صبح سویرے واپس کر

۔۔۔ لہذا ہم چاہتے ہیں۔ رات کو اس کا بغور جائزہ لے لیا
۔۔۔ کیا خبر۔ اس بکس کی کوئی خاص اہمیت ہو۔"

"لیکن اسے ساتھ لے جانا خطرناک ہو گا۔ خدا نخواستہ یہ
۔۔۔ اُدھر ہو گیا تو میں اپنی بیٹی کو ان سے کس طرح حاصل
۔۔۔ کروں گا۔"

"آپ فکر نہ کریں۔ ہم اس کی حفاظت جان سے بھی زیادہ
۔۔۔ کریں گے۔ اور صبح آپ کو فون کرنے کے بعد اسے لے کر کالی
۔۔۔ چٹان کی طرف روانہ ہو جائیں گے۔"

"اچھا جیسے آپ کی مرضی۔ لیکن پوری طرح ہوشیار رہنا۔"

"آپ فکر نہ کریں، ہم کوئی غیر ذمے دار آدمی نہیں ہیں۔ اب
ہم چلیں گے۔" میں نے اُٹھتے ہوئے کہا۔

"ارے بھئی۔ وہ آپ کے معاوضے والی بات تو رہ ہی گئی،
۔۔۔ یہ بات بھی طے ہو جانی چاہیے۔"

"میرے خیال میں تو اس کام کا کوئی معاوضہ نہیں ہونا
۔۔۔ چاہیے۔" میں نے فوراً کہا۔

"جی ہاں۔ بالکل ٹھیک۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ ہم ہوا کھاتے
۔۔۔ رہنے کے عادی ہو گئے ہیں، لہذا ہمیں معاوضے کی بھلا کیا ضرورت۔"
آفتاب نے جلے کٹے انداز میں کہا۔

"خیر۔ اگر آپ لوگ بتانا نہیں چاہتے تو نہ سہی، میں خود ہی

مناسب معاوضہ پیش کر دوں گا۔"

"شکریہ جناب۔ دیکھا جائے گا۔" اشفاق بولا اور ہم باہر آگئے۔ بکس اب میرے ہاتھ میں تھا۔

"ہم نے غلطی کی۔ اسے کسی کپڑے میں لپیٹ کر باہر لانا چاہیے تھا۔ مجرم اس گھر کی نگرانی کر رہے ہوں گے۔"

"لیکن اب تو ہم باہر آچکے ہیں۔ ان میں سے اگر کوئی آس پاس موجود ہے تو بکس کو دیکھ چکا ہوگا۔"

"تو پھر چلو۔ اللہ مالک ہے۔"

جلد ہی ہمیں ایک ٹیکسی مل گئی۔ راستے بھر ہم ڈرتے اور کانپتے رہے کہ اب آئی مصیبت کہ اب آئی، لیکن وہ نہ جانے کہاں رہ گئی۔ اور ہم خیریت سے پہنچ گئے۔ ارشد کو چھٹی دی دفتر بند کیا اور اپنے کمرے میں آکر بیٹھ گئے۔ میز پر آبنوس کا بکس رکھا اور اس کا جائزہ لینا شروع کیا۔ پہلے اسے کھول کر دیکھا، پھر اس میں کوئی خفیہ خانہ تلاش کرتے رہے۔ لیکن کوئی چیز نظر نہ آسکی، آخر تھک ہار کر سو گئے۔

دوسری صبح سب سے پہلے میری آنکھ کھلی۔ میں نے ان کے بستروں پر نظر ڈالی، بے سُدھ سو رہے تھے:

"اُٹھو بھئی۔ ہمیں تو مہم کا آغاز بھی کرنا ہے۔"

"کک۔ کون سی مہم کا۔ اور یہ ہم مہموں کے آغاز کب سے

کرنے لگے۔" آفتاب نے نیند کے عالم میں بوکھلا کر کہا۔

"ہوش میں آؤ، ہمیں آبنوسی بکس لے کر کالی چٹان تک جانا ہے۔"

"اوہ ہاں۔ واقعی۔" آفتاب اُچھل کر کھڑا ہو گیا۔ اشفاق اور اخلاق نے بھی اُٹھنے میں دیر نہ لگائی، پھر ہم نے جلدی جلدی تیاری مکمل کی اور ناشتا کیے بغیر ہی چلنے کے لیے تیار ہو گئے۔ بکس اٹھانے کے لیے کمرے میں داخل ہوئے۔ اور پھر دھک سے رہ گئے۔

بکس میز پر نہیں تھا۔

Malik Farrukh Naeem

پترے پر تحریر

ہمارے پیروں تلے سے زمین نکل گئی اوسان خطا ہو گئے اوپر کے سانس اوپر اور نیچے کے نیچے رہ گئے پہلے تو گھبراہٹ کے عالم میں ایک دوسرے کی طرف دیکھا، پھر میں نے تھرتھر کانپتی آواز میں کہا:

"مم، میں — میں نے تو بکس میز پر ہی رہنے دیا تھا۔"

"ہاں، سونے سے پہلے ہم نے اسے دیکھا بھی تھا۔" اشفاق بولا۔

"تب پھر وہ کہاں چلا گیا؟"

"اس کا مطلب ہے، مجرم کے کسی ساتھی نے ہمارے گھر میں گھس کر اسے اُڑا لیا۔" اخلاق نے کہا۔

"کیسے، وہ اندر کس طرح داخل ہوا ہو گا؟" اشفاق نے منہ بنا

"کیا خبر، وہ دروازہ بند ہونے سے پہلے ہی ہمارے گھر میں داخل ہو گیا ہو اور کسی کونے میں دبکا رہا ہو، رات ہونے پر وہ اٹھا ہو اور بکس اٹھا کر چلتا بنا ہو۔" میں نے خیال ظاہر کیا۔

"اس صورت میں گھر کا دروازہ صبح سویرے اندر سے کھلا ہوا ملنا چاہیے تھا — آؤ اباجان سے معلوم کریں۔"

اباجان صبح منہ اندھیرے سیر کے لیے جانے کے عادی تھے۔ لہٰذا یہ بات انہی سے معلوم ہو سکتی تھی۔ وہ ناشتے کی میز پر ملے۔

"اباجان! آپ جب صبح کی سیر کے لیے گئے — گھر کا دروازہ آپ کو کھلا تو نہیں ملا تھا؟"

"کھلا کیسے ملتا — جب کہ رات بند کر دیا تھا۔" انہوں نے حیران ہو کر کہا —

"کیوں — تم یہ کیوں پوچھ رہے ہو؟" امی جان نے ہمیں گھورا۔

"ہماری ایک چیز گم ہو گئی ہے — ہم نے سوچا — شاید کوئی چور اندر آ گھسا ہو۔"

"ہزار بار کہا ہے —"

اسی وقت فون کی گھنٹی بجی — میں نے جلدی جلدی ریسیور اٹھایا، دوسری طرف سے سرور ذکی کی آواز سنائی دی:

"ہیلو — میں سرور ذکی ہوں — آپ — شوکی ہیں نا؟"

"ج — جی ہاں — خیال تو یہی ہے۔" میں گڑبڑا گیا۔

"کیا مطلب — خیال تو یہی ہے — کیا یہ بات آپ یقین سے نہیں کہہ سکتے؟"

"کہہ — کہہ تو سکتا ہوں۔"

"خیر تو ہے۔ آپ کچھ عجیب سی باتیں کر رہے ہیں۔ کچھ معلوم بھی ہے، بکس لے کر کالی چٹان کی طرف جانے کا وقت ہو گیا ہے۔"

"ج۔ جی ہاں۔ معلوم ہے۔ لیکن جناب ہمیں بہت افسوس ہے، بکس گم ہو گیا ہے۔"

"کیا!!!" سرور ذکی پوری قوت سے چلائے۔ میرے کان جھنجھنا اُٹھے۔ ساتھ ہی انہوں نے دھاڑتی آواز میں کہا:

"میں وہیں آ رہا ہوں۔"

"شوکی۔ تم کون سے بکس کی بات کر رہے ہو۔" ابا جان پریشان ہو کر بولے۔

"بکس ہمارے پاس امانت تھا۔ رات ہم اپنے کمرے میں میز پر رکھ کر سو گئے تھے۔ لیکن اب وہ میز پر نہیں ہے۔"

"آخر اس بکس میں کیا تھا۔" ابا جان اُلجھ کر بولے۔

"کچھ نہیں۔ لیکن اس کے باوجود وہ بکس بہت قیمتی تھا۔" میں نے تھر تھر کانپتی آواز میں کہا۔

"کتنا قیمتی۔" امی جان بے چین ہو کر بولیں۔

"بس یوں سمجھ لیں، اس کی کوئی قیمت ہی نہیں۔" میں نے سوچے سمجھے بغیر کہا۔

"اوہ!" ان کے منہ سے نکلا، آنکھیں چمکنے لگیں۔ جیسے انہیں کوئی بڑی دولت مل گئی ہو۔

"شوکی۔ گھبراؤ نہیں۔ پہلے مجھے اطمینان سے ساری بات بتائیے۔"

"ہمیں کیا معلوم۔ اطمینان نام کی کوئی چیز اب ہمارے پاس تھی ہی نہیں۔" بہرحال میں نے انہیں پوری تفصیل سنا دی:

"یہ۔ یہ تو۔" ابا جان کہتے کہتے رک گئے۔

عین اسی وقت دروازے کی گھنٹی بجی:

"آفتاب۔ ذرا دیکھنا۔ کون ہے؟" میں بے چین ہو کر بولا۔

آفتاب گیا اور واپس لوٹا تو اس کے ساتھ سرور ذکی تھے۔ غصے میں بھرے ہوئے۔ انہیں آتے دیکھ کر امی جان اٹھ کر باورچی خانے میں چلی گئیں۔

"تم۔ مجھے آپ لوگوں سے ایسی امید ہرگز نہیں تھی۔"

"آپ کو ہی کیا۔ خود ہمیں بھی خود سے ایسی امید ہرگز نہیں تھی۔" آفتاب نے مایوسانہ لہجے میں کہا۔

"اب میری بیٹی کا کیا بنے گا۔"

"ہم۔ ہم انہیں ہر حال میں واپس لائیں گے۔ آپ فکر نہ کریں۔"

"شوکی۔ ادھر آؤ۔ پہلے میری ایک بات سن لو۔" اندر سے امی جان کی آواز سنائی دی۔ میں سمجھا۔ مہمان کے لیے چائے بنائیں گی۔ یہ سوچتے ہوئے اٹھ کھڑا ہوا کہ ایسے میں بے چارہ مہمان

Malik Farrukh Naeem

کیا جائے پیے گا۔ باورچی خانے کے دروازے پر پہنچا تو حیرت زدہ رہ گیا، امی جان بکس ہاتھوں میں لیے کھڑی تھیں۔

"اف خدا بکس آپ کے پاس ہے۔ آپ نے پہلے کیوں نہیں بتایا؟" میں نے دبی آواز میں کہا۔

"موقع ہی کب ملا بتانے کا۔ پہلے تو میں یہ جان لینا چاہتی تھی کہ یہ ہے کیا چیز۔ جونہی اصل بات معلوم ہوئی۔ بکس کے بارے میں بتانے کے لیے بے چین ہو گئی۔ لیکن اسی وقت سرور ذکی آ گئے۔"

"لیکن آپ نے اسے میز پر سے کیوں اٹھایا؟"

"یہ بکس مجھے عجیب سا لگا تھا۔ میں نے سوچا، اس میں زیورات رکھے جا سکتے ہیں۔ بس یہی سوچ کر اٹھا لیا۔ اب مجھے کیا معلوم تھا کہ اس بکس کے ذریعے ایک لڑکی کو مجرموں کے پنجے سے رہائی دلائی جائے گی۔ ویسے یہ ہے بہت خوبصورت۔ اور اس کے اندر چاندی کے پترے پر ہندی میں کچھ لکھا ہوا بھی تو ہے۔ تم نے وہ پڑھوایا کسی سے۔"

"چاندی کے پترے پر کچھ لکھا ہوا ہے۔ لیکن امی جان ہمیں تو

بکس کے اندر چاندی کا کوئی پترا سرے سے نظر آیا ہی نہیں۔" میں نے حیرت کے عالم میں کہا۔

"ڈھکنے کے اندرونی طرف بیچوں بیچ ایک مستطیل کاغذ چپکایا گیا تھا۔ میں نے اسے ناخن سے کریدا تو وہ اتر گیا اور اس کے نیچے چاندی کا پترا نظر آیا۔ اس پترے پر کچھ لکھا ہوا ہے۔"

"اوہ۔ مہربانی فرما کر وہ کاغذ تلاش کر لائیے۔" میں نے جلدی سے کہا اور بکس اٹھائے باہر نکلا۔ جونہی ان سب کی نظریں بکس پر پڑیں۔ ان کے منہ کھلے کے کھلے رہ گئے۔

"بکس مل گیا جناب۔ خدا کا شکر ہے۔ دراصل یہ ہماری امی جان نے اٹھا کر رکھ دیا تھا۔ اور عجیب بات یہ ہے کہ اس کے ڈھکنے میں چاندی کا ایک پترا چپکایا ہوا ہے۔ اس پر ہندی میں کچھ لکھا ہے۔ ابھی ہمارے پاس چند منٹ ہیں۔ ابا جان۔ آپ کو تھوڑی بہت ہندی تو آتی ہے۔ اگر آپ اسے پڑھ سکیں تو ٹھیک۔ ورنہ ان الفاظ کو نقل کر لیں۔ تاکہ بعد میں ہم کسی ہندی جاننے والے سے پڑھوا لیں۔ ہمیں کالی چٹان کی طرف جلد ہی روانہ ہو جانا چاہیے۔"

"اچھی بات ہے۔" انہوں نے پہلے تو پڑھنے کی کوشش کی۔ لیکن جب کامیابی نہ ہوئی تو جلدی جلدی ان الفاظ کو نوٹ کر لیا۔ ہم بکس لے کر اٹھ کھڑے ہوئے:

"چلیے جناب۔ آپ اپنی کار میں ہمیں چٹان کے قریب لے

Malik Farrukh Nadeem

چلیے۔ آگے ہم خود چلے جائیں گے۔"

"ہاں۔ یہ ٹھیک رہے گا۔"

ہم کار میں بیٹھ کر روانہ ہوئے، راستے میں میں نے پوچھا:

"آپ کو پترے پر لکھی تحریر کا پتا تھا؟"

"نہیں۔ میں سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ اس کاغذ کے نیچے کوئی پترا اور پترے پر کوئی تحریر بھی ہو سکتی ہے۔"

"کہیں ایسا تو نہیں۔ وہ ہندو اپنا بکس خریدنے کے لیے آپ کے پاس آیا ہو، لیکن آپ نے فروخت کرنے سے انکار کر دیا ہو۔"

"نہیں۔ میں نے اسے پھر کبھی نہیں دیکھا۔" وہ بولے۔

"اگر اب آپ اسے دیکھیں تو پہچان لیں گے۔"

"شاید۔ ایک عرصہ گزر گیا۔ یقین سے کچھ نہیں کہہ سکتا۔"

"خیر کوئی بات نہیں۔" میں نے کندھے اچکائے۔

ایک گھنٹے بعد انہوں نے کار روک لی اور اشارا کرتے ہوئے بولے:

"وہ رہی چٹان۔ یہاں سے ایک میل دور ہو گی۔ لیکن میرا اور آگے جانا مناسب نہیں ہو گا۔"

"ہاں! ٹھیک ہے۔ آپ فکر نہ کریں۔ اچھا خدا حافظ۔" میں نے کار سے اترتے ہوئے کہا۔

"خدا حافظ!" ان کے منہ سے نکلا اور ہم چٹان کی طرف چلنے

ہمارے دل زور زور سے دھڑک رہے تھے۔ خدا جانے مجرموں
پروگرام کیا تھا۔ ہم کچھ اس پر بھی پریشان تھے کہ مجرموں نے
کام کے لیے خاص طور پر ہمارا نام لیا تھا۔ آخر کیوں ——
ابھی تک ہماری سمجھ میں نہیں آئی تھی۔ ہاں۔ مجرموں کا
ہمیں ضرور معلوم تھا اور ہم حیران تھے کہ انہیں یہ بات کس طرح
ہے کہ ہم بہت ڈرپوک واقع ہوئے ہیں۔

آخر خدا خدا کر کے ہم چٹان تک پہنچ گئے۔ چٹان پر کوئی
نہیں تھا۔ چٹان کے چاروں طرف کھلا میدان تھا۔ میدان میں
درخت تو کیا۔ ایک جھاڑی تک نہیں تھی۔ دراصل یہ
بنجر تھی اور اب تو دھول ہی دھول نظر آتی تھی یہاں۔
پر کوئی نظر نہیں آ رہا تھا۔

"بھئی یہاں تو کوئی بھی نہیں ہے۔" میں نے پریشان ہو کر

"چٹان کے دوسری طرف چھپے ہوئے ہوں گے۔ ظاہر ہے، انہیں
آمد کی سمت معلوم ہے۔" اشفاق نے جواب دیا۔

"ہوں۔ شاید یہی بات ہے۔"

ہم چٹان سے اور نزدیک ہوتے چلے گئے۔ یہاں تک کہ بالکل
پہنچ گئے۔ اتنا کہ اب اور آگے نہیں بڑھ سکتے تھے۔ چاروں
سمت کا سناٹا طاری تھا، اس سناٹے کو میری آواز نے چیرا:

"ہم بکس لے کر آ گئے ہیں، آپ لوگ کہاں ہیں۔ ہم وہ ہیں جن کے ذریعے آپ لوگوں نے بکس منگایا ہے۔ پھر آپ چھپے ہوئے کیوں ہیں، جب کہ آپ یہ بات اچھی طرح جانتے ہیں کہ ہم بزدل ترین لوگ ہیں۔"

"کیا تم بکس لائے ہو؟" ایک آواز ابھری۔

"ہاں بالکل۔ یہ رہا بکس۔"

"اور تم نے کوئی چال چلنے کی کوشش نہیں کی؟"

"چال سے آپ کی کیا مراد؟" میں نے پریشان ہو کر کہا۔

"بکس بدلنے کی یا پولیس کو اطلاع دینے کی۔"

"ایسی کوئی بات نہیں۔ آپ چاروں طرف دیکھ ہی سکتے ہیں۔"

"ہوں۔ ٹھیک ہے۔ بکس کو چٹان کے دامن میں رکھ کر سو قدم پیچھے ہٹ جاؤ۔ گن کر ہٹنا۔" ہمیں ہدایت دی گئی۔

"لیکن انجم صاحبہ کہاں ہیں؟" میں نے پریشان ہو کر کہا۔

"تمہارے سو قدم پیچھے ہٹتے ہی لڑکی تمہیں دکھائی دینے لگے گی۔ ہم اپنے وعدے کے پکے ہیں، فکر نہ کرو۔"

"اچھی بات ہے۔" میں نے فکر مندانہ لہجے میں کہا، کیونکہ یہ کوئی چال بھی ہو سکتی تھی۔ لیکن ہم کر ہی کیا سکتے تھے۔ بالکل مجبور تھے۔ بے بس تھے۔ ان کی ہدایات پر عمل کرنے کے سوا کچھ نہیں کر سکتے تھے۔

بکس رکھ کر پیچھے ہٹنے لگے۔ ہم تو ان کے خیال میں بالکل ... پھر نہ جانے انہیں ہم سے کیا خطرہ تھا کہ ہمیں سو قدم پیچھے ... تھے۔ ہماری نظریں بدستور بکس پر جمی تھیں۔ ابھی تک ... کا توں رکھا تھا، کسی نے بھی اسے اٹھانے کی کوشش نہیں ... لیکن پھر بکس ہماری نظروں سے اوجھل ہونے لگا۔ اور ... کی وجہ سے نہیں تھا۔ بلکہ ہم نشیب میں ہوتے جا رہے ... ہم سمجھے کہ ہمیں سو قدم پیچھے ہٹنے کے لیے کیوں کہا گیا تھا۔ ... تھا۔ ہم انہیں نہ دیکھ سکیں۔ پھر جونہی سواں قدم پورا ... رک گئے۔ اب بکس ہمیں بالکل نظر نہیں آ رہا تھا۔ تاہم ... بعد ایک لڑکی ہمیں اپنی طرف دوڑتی دکھائی دی۔ وہ ... دوڑ رہی تھی۔ بالکل اسی طرح جیسے موت اس کے تعاقب ... حالانکہ وہ موت کے چنگل سے نکل آئی تھی۔ آخر وہ ہمارے ... کر رک گئی۔ اس طرح ہانپ رہی تھی جیسے میلوں دوڑتی ... اس کی آنکھوں میں اب بھی خوف تھا:

... یے چلیں، تھوڑے ہی فاصلے پر آپ کے والد صاحب موجود

... اس کے منہ سے نکلا۔

... ذکی نے بیٹی کو دیکھا تو دوڑ کر اس کی طرف آیا، ... دوسرے سے لپٹ گئے اور رونے لگے، پھر ہماری موجودگی

کا خیال کرکے جلدی جلدی آنسو پونچھنے لگے۔ انہیں گھر پہنچا کر ہم رخصت
ہونے لگے تو انہوں نے کہا:

"ارے بھئی۔ آپ کا معاوضہ تو رہ ہی گیا۔"

"ہم اس کام کا کوئی معاوضہ نہیں لیں گے۔ یوں بھی ابھی یہ
کیس مکمل نہیں ہوا۔" میں نے سوچ میں گم لہجے میں کہا۔

"مکمل نہیں ہوا۔ کیا مطلب؟"

"ابھی تو ہمیں یہ معلوم کرنا ہے کہ اس بکس کی اہمیت کیا ہے
اسے حاصل کرنے والے کون لوگ ہیں۔ انہوں نے بکس کو حاصل
کرنے کے لیے یہ غیر قانونی طریقہ کیوں اختیار کیا۔ یہ سب باتیں معلوم
کر لینے کے بعد ہم یہ خیال کریں گے کہ ہم نے کچھ کام کیا ہے اور
اگر اس کام سے آپ کو کوئی فائدہ پہنچتا نظر آیا تو ہم آپ سے کچھ
معاوضہ بھی لے لیں گے۔"

یہ کہہ کر ہم رخصت ہوئے اور گھر پہنچے۔ ہم نے دیکھا، ابا جان
بہت بے چینی کے عالم میں ٹہل رہے تھے اور امی جان ایک کرسی
میں دھنسی انہیں حیرت بھری نظروں سے گھور رہی تھیں۔ قدموں کی
آواز نے انہیں چونکا دیا۔ تاہم ابا جان نے ٹہلنا بند نہ کیا۔ ٹہلتے
ٹہلتے بولے:

"شوکی۔ پتا ہے۔ بکس پر کیا تحریر لکھی تھی؟"

"جی نہیں۔ بھلا مجھے کس طرح پتا ہو سکتا ہے، جب کہ آپ

ے پڑھ ہی نہیں سکے تھے۔"

"شوکی۔ تمہیں اس بکس کو دوبارہ حاصل کرنا ہوگا۔" ابا جان بولے۔

"ہاں! وہ بہت خوبصورت ہے۔ زیورات رکھنے کے قابل۔"

جی جان نے پُرجوش لہجے میں کہا۔

"جی نہیں۔ زیورات رکھنے کے لیے نہیں۔" انہوں نے پُراسرار
انداز میں کہا۔

"جلدی بتائیے نا۔ تحریر کے الفاظ کیا ہیں۔ ان کا کیا مطلب
ہے۔ آپ اس قدر بے چین کیوں ہیں۔" میں نے بے قراری کے
عالم میں جلدی جلدی کہا۔ اشفاق، اخلاق اور آفتاب کی بے چینی بھی
آسمان سے باتیں کر رہی تھی۔

بے وقوفانہ مہم

ابّا جان چند سیکنڈ بعد بولے :

" ڈھکنے پر مکمل تحریر کے الفاظ یہ ہیں ، چندر گپت موریہ کا بکس ایک بہت بڑا ہیرا تراش کر بنایا گیا ۔"

" جی ۔ کیا فرمایا ۔" میرے منہ سے نکلا ۔

" اف خدا ۔ وہ پورا بکس ایک ہیرے کو تراش کر بنایا گیا ہے "

امّی جان کی آواز تھر تھر کانپنے لگی ۔

" ہاں ۔ الفاظ کا مطلب یہی ہے ۔ گویا سرور ذکی کو ایک ہی نایاب چیز اتفاق سے مل گئی تھی ، لیکن اتنا عرصہ پاس رکھ بھی وہ اس کی اصل حقیقت کو نہ جان سکے ۔ وہ بکس تو کروڑو روپے کی چیز ہے ۔ رام چند ضرور اس کی اہمیت سے واقف تھ لیکن وہ اسے فروخت نہیں کر سکتا تھا ۔ اس کی قیمت بھلا اسے دیتا ، ادھر وہ بہت تنگ دست ہو گیا ، لہٰذا اس نے بکس آبنوس کی لکڑی جیسا روغن کر ڈالا ۔ یا پھر ہو سکتا ہے کہ جس

نے اسے دیا ہو ، اسی نے روغن کیا ہو ۔ تنگ دستی کی وجہ سے رام چند سرور صاحب کے پاس قرض لینے آیا اور بکس کو گروی رکھ گیا کہ جونہی رقم کا بندوبست ہوا ، وہ دے کر اپنا بکس لے جائے گا ، لیکن وہ پھر کبھی واپس نہ آیا ۔"

" لیکن ابّا جان ۔ اتنا عرصہ گزر جانے کے بعد کسی کو اس بکس کے بارے میں کس طرح معلوم ہو گیا ۔" میں نے حیران ہو کر کہا ۔

" میں کچھ نہیں کہہ سکتا ، بہر حال کسی نہ کسی طرح ضرور معلوم ہوا ہے ، ورنہ یہ لوگ بکس کو حاصل کرنے کی کوشش کیوں کرتے ۔ بکس حاصل کرنے کے لیے انھوں نے انوکھا طریقہ اختیار کیا ۔ شاید وہ جانتے تھے ، سرور ذکی بکس فروخت کرنے پر تیار نہیں ہوں گے ۔"

" تو کیا ۔ تو کیا ۔" میں کہتے کہتے رُک گیا ۔

" دو بار تو کیا کہنے کی کیا ضرورت پڑ گئی بھائی جان ۔" آفتاب نے حیران ہو کر کہا ۔

" تو کیا ۔ آپ کا خیال یہ ہے کہ بکس حاصل کرنے کی یہ کوشش رام چند نے کی ہے ۔" میں نے اس کی طرف توجہ دیے بغیر کہا ۔

" یہ بہت پرانی بات ہے ۔ اس لیے کچھ نہیں کہا جا سکتا ۔"

" ٹھہریے ۔ میں اس سلسلے میں سرور ذکی صاحب سے معلوم کر لیتا ہوں ۔" یہ کہہ کر میں نے فون پر ان کے نمبر گھمائے ۔ جلد ہی سلسلہ مل گیا اور ان کی چہکتی آواز سنائی دی :

"ہیلو۔ سرور ذکی بول رہا ہوں، آپ کون ہیں؟"

"جی شوکی۔" میں نے فوراً کہا۔

"لیکن میں تو کسی جی شوکی کو نہیں جانتا۔" دوسری طرف سے حیرت زدہ لہجے میں کہا گیا۔

"بہت خوب۔ اتنی جلدی آپ ہمیں بھول گئے۔ ابھی تو انجم صاحبہ کو لے کر گھر پہنچے ہی ہوں گے۔" میں نے بُرا سا منہ بنایا۔

"اوہو۔ تو یہ آپ ہیں۔ سوری۔ مجھے غلط فہمی ہوئی۔ میں سمجھا تھا، آپ کوئی جی شوکی ہیں۔ ہاں تو شوکی صاحب میں آپ کو بہت اچھی طرح جانتا ہوں۔ اور ساری زندگی یاد رکھوں گا آپ کے احسان کو۔ فرمائیے، اس وقت کس لیے فون کیا؟"

"غور کرکے فرمائیے۔ جب سے رام چند آبنوسی بکس آپ کے پاس گروی رکھ کر گیا، اسے کسی شخص نے خریدنے یا کسی بھی طریقے سے حاصل کرنے کی کوشش تو نہیں کی؟"

"صرف ایک بار۔ آج سے تقریباً دو سال پہلے ایک شخص آیا تو تھا۔ وہ اس بکس کو خریدنے کا خواہش مند تھا، لیکن چونکہ میرے پاس اللہ کا دیا سب کچھ ہے، اس لیے میں نے فروخت کرنے سے انکار کر دیا اور وہ مایوس ہو کر چلا گیا۔"

"کیا وہ شخص رام چند تھا؟" میں نے بے تاباز لہجے میں پو...

"کم از کم وہ رام چند نہیں تھا۔ کیونکہ اس وقت رام چند بہت

...بوڑھا ہو گیا ہو گا۔ لیکن جو شخص میرے پاس آیا، بالکل نوجوان ...۔ جب میں نے انکار کیا تو وہ بہت مایوس ہوا اور صرف شوکیس ... بکس دیکھ کر واپس چلا گیا۔ یہ بھی بتا دوں کہ وہ ایک لمبے قد کا ... نوجوان تھا۔"

"اس کے علاوہ کسی اور نے بھی خریدنے کی کوشش کی؟"

"جی نہیں!"

"آپ جانتے ہیں۔ وہ بکس دراصل کس چیز کا ہے۔"

"آبنوسی لکڑی کا۔"

"جی نہیں۔ وہ بکس خاص چندر گپت موریہ کا ہے۔ اور ایک ...ت بڑے ہیرے کو تراش کر بنایا گیا تھا۔ اس پر آبنوس کی ... رنگ کیا گیا تھا۔"

"نہیں!" سرور ذکی کی حیرت زدہ آواز میرے کانوں سے ٹکرائی۔

"بالکل یہی بات ہے۔ بکس کے ڈھکنے پر لکھی تحریر کا مطلب ... نکلا ہے۔ آپ کو پھر بھی خوش ہونا چاہیے۔ بے شک کروڑوں ...ے کی چیز آپ کے ہاتھ سے نکل گئی، لیکن بیٹی جیسی چیز تو کروڑوں ...ے سے بھی زیادہ قیمتی ہوتی ہے۔"

"ہاں۔ یہ ٹھیک ہے۔" انہوں نے کہا اور میں نے ریسیور رکھ ...

...مجرموں نے بکس حاصل تو کر لیا ہے، سوال تو یہ پیدا ہوتا ہے

وہ اس کا کریں گے کیا؟"

"فروخت کریں گے اور کیا کریں گے۔" اشفاق نے کہا۔

"بکس کو فروخت کرنا اتنا آسان نہیں۔۔۔ کروڑوں روپے کی چیز خریدنے والے آسانی سے نہیں مل جاتے۔" اخلاق نے جلدی سے کہا۔

"ہو سکتا ہے۔۔۔ وہ اسے ملک سے باہر کہیں لے جائیں اور کسی ملک کے شہزادے یا ولی عہد کے ہاتھ فروخت کر دیں۔"

"ہاں ۔۔۔ یہ ہو سکتا ہے۔۔۔ اوہو۔۔۔ تب تو ان کا یہ راستہ بند ہونا چاہیے۔" میں نے چونک کر کہا اور سب انسپکٹر کے نمبر ڈائل کیے، دوسری طرف سے ان کی آواز سنائی دی تو میں نے چہکتی آواز میں کہا۔

"السلام علیکم انکل ۔۔۔ فوراً حرکت میں آجائیے۔"

"وعلیکم السلام۔۔۔ حرکت میں آجاؤں۔۔۔ کیا مطلب، کیا زلزلہ آنے والا ہے۔" انہوں نے بوکھلا کر کہا۔

"ارے نہیں انکل۔۔۔ ٹھہریے میں آپ کو ساری بات تفصیل سے بتا دیتا ہوں۔" یہ کہہ کر میں نے ہیرے کے بکس کی کہانی انہیں سنا دی اور پھر بولا:

"اور اب وہ لوگ فرار ہونے کے لیے پر تول رہے ہوں گے، میں چاہتا ہوں ۔۔۔ وہ لوگ کسی صورت بھی فرار نہ ہوں، تاکہ ملک کی دولت ملک میں رہے۔"

"ٹھیک ہے۔۔۔ میں ابھی اس کا انتظام کیے دیتا ہوں۔"

"دیکھا۔۔۔ آگئے نا حرکت میں۔" میں ہنس دیا۔

"ہاں واقعی ۔۔۔ سب سے پہلے تو میں آئی جی صاحب سے بات کرتا ہوں۔" ان الفاظ کے ساتھ ہی انہوں نے ریسیور رکھ دیا۔

"میرا خیال ہے ۔۔۔ ہمیں بھی ہاتھ پر ہاتھ رکھ کر نہیں بیٹھ رہنا چاہیے۔" اشفاق بول اٹھا۔

"بہت ہی نیک خیال ہے۔۔۔ لیکن ہم جائیں کہاں۔"

"مجرموں کی تلاش میں۔"

"ہائیں۔۔۔ اوہ ۔۔۔ وہ ۔۔۔" آفتاب کے منہ سے بوکھلاہٹ کے عالم میں یہ الفاظ نکلے۔

"کیا کہنا چاہتے ہو، پیٹ میں درد تو نہیں ہو گیا۔" میں نے پریشان ہو کر کہا۔

"نہیں بھائی جان۔۔۔ ہم ایک بہت ہی اہم بات کو فراموش کر رہے ہیں۔۔۔ میرا مطلب انجم ذکی سے ہے۔"

"لیکن یہ انجم ذکی بہت ہی اہم بات کب سے ہو گئی۔" میں نے اسے گھورا۔

"آپ سمجھے نہیں ۔۔۔ اس نے ہمیں دو مرتبہ فون کرنے کی کوشش کی تھی، لیکن گونگی ہونے کی وجہ سے کچھ کہہ نہ سکی، اب جب کہ وہ اپنے گھر پہنچ چکی ہے۔۔۔ ہم اس سے یہ تو معلوم کر ہی سکتے ہیں کہ جس جگہ اسے رکھا گیا، وہ کس قسم کا گھر تھا۔۔۔ فون کا نمبر تو خیر فون پر لکھا

نہیں ہو گا؛ تاہم وہ ان لوگوں کے حلیے تو بتا ہی سکتی ہے۔"

"ویری گڈ — یہ بات بالکل ٹھیک ہے — آؤ چلیں — اباجان۔ ہمیں اجازت ہے نا؟"

"بھئی ان معاملات میں تو اب تم خود مختار ہو اجازت کی کیا ضرورت۔" وہ مسکرائے اور ہم ٹیکسی میں سرور ذکی کی کوٹھی پہنچے — انہوں نے بہت خوش دلی سے استقبال کیا — یوں بھی اس وقت ان کے گھر میں ایک میلا سا لگا ہوا تھا — اور یہ میلا مبارک باد دینے والوں کا تھا —

"فرمائیے — کیسے آنا ہوا؟"

"ہم انجم صاحبہ سے ملنا چاہتے ہیں — ان سے کچھ سوالات کریں گے — وہ پڑھی لکھی تو ہیں نا؟"

"ہاں بالکل — آٹھویں جماعت کا امتحان پاس کر چکی ہے اور اب نویں میں داخل ہے — آئیے میرے ساتھ۔"

وہ انہیں ایک اندرونی کمرے میں لائے — یہاں انجم بہت سی عورتوں میں گھری ہوئی تھی اور کافی گھبرائی ہوئی لگ رہی تھی — یہ عورتیں بھی مبارک باد دینے کے سلسلے میں آئی تھیں۔

"انجم ادھر آؤ۔" سرور ذکی نے اشارے سے کہا اور ہمیں ساتھ لے کر کمرے سے نکل گئے:

"کیا یہ بات بالکل سچ ہے — کہ وہ بکس ہیرے کو تراش کر بنایا

گیا تھا:"

"بکس پر لکھی تحریر سے یہی بات ثابت ہوتی ہے —" میں نے جواب دیا — اتنے میں انجم آ گئی — سرور ذکی ہمیں ایک الگ تھلگ کمرے میں لے آئے اور انجم سے اشاروں میں کہا:

"یہ لوگ تم سے کچھ پوچھنا چاہتے ہیں۔" اشارہ کر کے وہ ہماری طرف مڑے:

"آپ تحریر کے ذریعے ان سے بات کریں، میں ذرا مہمانوں سے نپٹ لوں۔"

"ٹھیک ہے — شکریہ۔" میں نے کہا، سرور ذکی چلے گئے تو کاغذ قلم لے کر بیٹھ گئے — میں نے کاغذ پر پہلا جملہ لکھا —

"اپنے اغوا کی پوری تفصیل لکھ دیجیے۔"

اس نے قلم سنبھالا اور لکھتی چلی گئی — آخر کاغذ ہماری طرف کر دیا — ہم ایک ساتھ پڑھنے لگے — لکھا تھا:

"میں باغ میں بیٹھی تھی کہ ایک شریف صورت آدمی اندر داخل ہوا اور لگا باتیں کرنے، میں نے اسے اشاروں میں سمجھایا کہ میں گونگی ہوں — اندر چلے جائیے — وہاں میرے امی ابو موجود ہیں — ان سے بات کر لیجیے — لیکن اس نے میرے اشاروں کی طرف کوئی توجہ نہ دی اور مجھے بازو سے پکڑ کر دروازے کی طرف لے چلا — اس کا انداز ایسا تھا جیسے مجھے دروازے پر کوئی خاص چیز دکھانا چاہتا ہے —

میں بھی حیران تھی کہ کیا معاملہ ہے۔ اس لیے اس کے ساتھ گیٹ تک چلی گئی۔ گیٹ پر ایک شخص بے ہوش پڑا تھا اور قریب ہی ایک کار کھڑی تھی۔ پہلے تو اس نے بے ہوش آدمی کی طرف اشارہ کیا، پھر مجھے لے کر کار کی طرف بڑھا اور کار کی طرف بھی اشارہ کیا۔ میں سمجھی۔ وہ مجھے کار میں بھی کچھ دکھانا چاہتا ہے۔ بے ہوش آدمی کو دیکھ کر میں کچھ گھبرا سی گئی تھی۔ لہٰذا سوچے سمجھے بغیر کار کی طرف بڑھ گئی۔ کار کا پچھلا دروازہ کھلا تھا، جونہی میں نے جھک کر اندر دیکھنا چاہا، کار میں سے ایک ہاتھ نکلا اور اس نے مجھے اندر کھینچ لیا۔ چیخ اور چلّا تو میں سکتی نہیں تھی۔ خود کو چھڑانے کے لیے مچلی ضرور، لیکن اندر بیٹھا ہوا شخص بہت طاقت ور تھا، میری ایک نہ چلی، اسی وقت بے ہوش آدمی اُٹھا اور کار کی ڈرائیونگ سیٹ پر جا بیٹھا، جو مجھے بلا کر لایا تھا، وہ بھی پچھلی سیٹ پر بیٹھ گیا۔ اب میں دو آدمیوں کے درمیان تھی اور کار اُڑی جا رہی تھی، میں سمجھ گئی کہ مجھے اغوا کیا جا رہا ہے۔ ان میں سے ایک نے اچانک جیب سے رومال نکالا اور میری ناک پر رکھ دیا۔ میں فوراً بے ہوش ہو گئی، ہوش آیا تو ایک مکان میں بند تھی۔ اور ان میں سے کوئی نظر نہیں آ رہا تھا۔ مکان کوٹھی نما تھا۔ میں نے ایک ایک کمرے کو دیکھنا شروع کیا۔ ایک کمرے میں مجھے فون رکھا نظر آیا، لیکن اس کے ڈائل میں تالا لگا ہوا تھا۔ ایک الماری میں اخبار

رکھے تھے۔ میں نے اخبارات کا مطالعہ شروع کر دیا، ان میں سے چند اخبارات میں آپ لوگوں کے بارے میں بھی چھپا ہوا تھا۔ میں پہلے بھی آپ کے بارے میں پڑھتی رہتی تھی۔ چنانچہ میں نے سوچا۔ کاش میں کسی طرح آپ کو فون کر سکوں۔ دو دن سوچتے سوچتے گزر گئے۔ اس دوران وہ لوگ مجھے کھانے کے لیے کچھ دینے ضرور آتے رہے تھے۔ میں نے ڈائریکٹری میں سے آپ لوگوں کے نمبر نوٹ کر لیے تھے۔ اور فون پر لگا تالا کھولنے کی کوشش کرتی رہتی تھی۔ آخر تیسرے دن ایک باریک سا تار مجھے مل گیا، میں نے تار تالے میں گھمانا شروع کیا اور اتفاق کی بات کہ تالا کھل گیا۔ میں نے اپنے ابو کی بجائے آپ لوگوں کو فون کرنا بہتر خیال کیا، اگرچہ وہ سرکاری وکیل ہیں، لیکن ان کا تعلق جاسوسی معاملات سے نہیں رہتا۔ وہ صرف زمین کے معاملات نمٹاتے ہیں۔ یہی وجہ تھی کہ میں نے آپ لوگوں کے نمبر ڈائریکٹری میں تلاش کیے اور نمبر گھما دیے۔ سلسلہ مل گیا، لیکن بھلا میں کہتی کیا۔ غاں غاں کرنے لگی۔ کچھ سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ کس طرح پیغام دوں۔ اسی وقت ان میں سے ایک آ گیا، اس نے میرے منہ پر ایک زور دار طمانچہ رسید کر دیا اور ریسیور ہاتھ سے چھین لیا۔ پھر مجھے دوسرے کمرے میں بستر پر دھکیل کر چلا گیا، میں نے ایک بار پھر کوشش کی اور فون پر آپ لوگوں کے نمبر گھمائے، لیکن کہتی کیا۔ اتنے میں وہ پھر آ دھمکا۔ اور اس بار اس نے

فون والے کمرے کے دروازے پر تالا لگا دیا۔ یہ ہے کل کہانی — اگلی صبح وہ مجھے چٹان پر لے گئے — اور جب آپ لوگوں نے بکس چٹان کے دامن میں رکھ دیا تو بکس اٹھا کر اپنا اطمینان کر لینے کے بعد انہوں نے مجھے جانے کی اجازت دے دی۔ فون کرتے وقت دو مرتبہ طمانچے مارنے کے علاوہ انہوں نے میرے ساتھ اور کوئی ظالمانہ سلوک نہیں کیا۔ دو وقت کھانا اور صبح ناشتا بھی دیتے رہے —"

"ان کے حلیے لکھ دیں" میں نے لکھا۔ جواب میں اُس نے لکھا:

"ان میں سے ایک لمبے قد کا اور لمبے منہ والا تھا، ناک بھی لمبی — ٹھوڑی بھی لمبی — ہاتھ بھی لمبے — دوسرا درمیانے قد کا موٹا سا آدمی تھا، رنگ سانولا تھا اور آنکھیں بھوری — چہرہ ڈاڑھی مونچھوں سے بے نیاز تھا — تیسرا چھوٹے سے قد کا پتلا دبلا آدمی جس کی آنکھیں بہت موٹی اور خوفناک حد تک باہر کو اُبلی ہوئی تھیں۔"

"مکان سے نکال کر چٹان کی طرف لے جانے سے پہلے کیا انہوں نے آپ کو پھر بے ہوش کیا تھا؟"

"ہاں بالکل — مجھے چٹان پر ہی ہوش آیا تھا۔" اس نے جواب میں لکھا۔

"اس کا مطلب ہے — آپ اس مکان کو باہر سے نہیں دیکھ

سکیں۔"

"جی نہیں — لیکن اتنا ہے کہ میں نے اُوپر والی منزل کی کھڑکیوں سے جھانک کر باہر ضرور دیکھا تھا اور مجھے ایک خاص چیز نظر آئی تھی —"

"اور وہ کیا؟" میں نے جلدی سے لکھا۔

"ایک گرجا — اس پر لگی صلیب بھی میں نے صاف دیکھی تھی۔"

"اوہ! لیکن اس شہر میں تو نہ جانے کتنے گرجا گھر ہوں گے — پھر بھی یہ ایک خاص بات معلوم ہوئی ہے — اور ہم ان لوگوں تک پہنچنے کی کوشش ضرور کریں گے۔"

ہم اٹھ کھڑے ہوئے اور سرور ذکی کے پاس آئے:

"ہمیں کچھ کام کی باتیں معلوم ہو گئی ہیں — اب ہم ان کے سہارے تفتیش کے گھوڑے دوڑائیں گے — اور اُمید ہے کہ آپ کا بکس حاصل کرنے میں کامیاب ہو جائیں گے — اب ہم چلتے ہیں — آپ پولیس کو اطلاع دے دیں کہ آپ کی بیٹی مل گئی ہے۔" یہ کہہ کر ہم ان سے رخصت ہوئے اور ایک پبلک فون بوتھ سے ابا جان کو فون کیا:

"ابا جان! آپ کا کوئی عیسائی دوست ہے؟"

"کیوں — خیر تو ہے؟" انہوں نے حیران ہو کر کہا۔

"انجم کو جس مکان میں رکھا گیا، اس کے آس پاس ایک گرجا بھی ہے۔"

"اوہ — تو تم سارے شہر کے گرجا گھروں کی تفصیل جاننا چاہتے

ہو۔" وہ ہنسے۔

" جی ہاں! ارادہ تو یہی ہے۔"

" اس مقصد کے لیے کسی عیسائی دوست کی ضرورت نہیں، تم کسی بھی گرجا کے پادری سے مل کر تفصیلات حاصل کر سکتے ہو۔" انہوں نے کہا۔

" بہت بہتر!" میں نے کہا اور ریسیور رکھ دیا۔

ہمیں ایک دو گرجاؤں کا پتا تو معلوم ہی تھا، لہذا روانہ ہو گئے، پادری بہت خوش اخلاقی سے پیش آئے،

" کیا آپ ہمیں شہر کے تمام گرجاؤں کے نام اور پتے لکھوا سکتے ہیں۔"

" کیوں نہیں میرے بچو۔ لیکن تم کیوں معلوم کرنا چاہتے ہو۔"

" جی۔ ایک ضرورت کے تحت۔"

" اچھی بات ہے، میں سمجھ گیا، تم بتانا نہیں چاہتے۔ ویسے تم مسلمان دکھائی پڑتے ہو۔"

" جی ہاں! ہم مسلمان ہیں۔" میں نے جلدی سے کہا۔

" اچھا تم لکھتے جاؤ۔ میں نام اور پتے بولتا ہوں۔"

وہ نام اور پتے بولتے چلے گئے اور میں لکھتا رہا۔ یہاں تک کہ فہرست مکمل ہو گئی۔ گننے پر معلوم ہوا، شہر میں کل گیارہ گرجا تھے، گویا ہمیں گیارہ گرجا گھروں کے آس پاس کا جائزہ لینا تھا اور یہ کوئی آسان کام نہیں تھا، آسان نہیں تھا، لیکن ہمیں کرنا تھا، لہذا

ہم اس مہم پر روانہ ہو گئے۔

" ایسا معلوم ہوتا ہے جیسے ہم اس بار ایک بے وقوفانہ مہم پر نکلے ہیں۔" اخلاق نے بہت دیر بعد زبان کھولی۔

" وہ کیسے۔" اشفاق بولا۔

" ہمیں گیارہ گرجوں کے آس پاس ایک مکان کو تلاش کرنا ہے۔ ایک ایسے مکان کو جس میں سرور ذکی کی بیٹی انجم کو تین دن تک بند رکھا گیا ہے، لیکن ہم نہیں جانتے، وہ مکان باہر سے کس قسم کا ہے، بھلا ہم اسے کس طرح تلاش کر سکیں گے۔"

" اللہ تعالیٰ نے مدد کی تو ضرور تلاش کر لیں گے۔ یوں بھی ہاتھ پر ہاتھ دھرے بیٹھے رہنے سے کوئی فائدہ نہیں۔"

" ہوں۔ خیر۔ دیکھا جائے گا۔"

ہم ایک گرجے کے بعد دوسرے اور دوسرے کے بعد تیسرے کے آس پاس کا جائزہ لیتے رہے۔ یہاں تک کہ رات ہو گئی اور میں نے اعلان کیا:

" بس بھئی۔ اس وقت ہم جس گرجے کی طرف جا رہے ہیں، اس کے آس پاس کا جائزہ لینے کے بعد گھر چلیں گے۔ باقی ماندہ گرجے کل دیکھیں گے۔"

" واقعی! بہت تھک گئے ہیں۔" آفتاب نے فوراً کہا۔

اس مرتبہ ہم جس گرجے کے سامنے اترے، اس کا نمبر پانچواں

تھا، گویا ابھی چھ گرجے باقی تھے۔ جو ہمارا کل کا دن بھی ہم سے چھین لیں گے۔"

"کوئی بات نہیں۔ کل کا دن تو یوں بھی ہم سے ہر حال میں چھن جائے گا۔ بلکہ ہر آنے والا کل چھن جاتا ہے۔" اشفاق نے سرد آہ بھری۔

ہم گرجا کے پاس اترے اور آس پاس کے مکانات کو بغور دیکھنے لگے۔ خاص طور پر ہم ایسے مکانات کا جائزہ لے رہے تھے جن میں کار کی جگہ بھی بنائی گئی ہو۔ کیونکہ مجرم انجم کو کار کے ذریعے اغوا کر کے لے گئے تھے۔ آخر ایک کوٹھی نما مکان میں گیراج نظر آ گیا۔ ہم ایک ایک قدم اٹھاتے اس کے نزدیک پہنچ گئے۔ ہمارے خیال میں مجرموں کا مکان اگر اس گرجے کے پاس تھا، تو صرف یہ، کیونکہ اور کسی مکان میں گیراج بنا ہوا نظر نہیں آ رہا تھا۔

"جہاں تک میرا خیال ہے۔ وہ یہی مکان ہے۔" اشفاق بولا۔

"سوال یہ ہے کہ آپ کا خیال کہاں تک ہے۔" آفتاب بول اٹھا۔

"کیونکہ اس مکان کی اوپر والی منزل کی کھڑکیاں۔ عین صلیب کی طرف کھلتی ہیں۔ ابھی تک یہ چیز ہمیں کسی اور مکان میں نظر نہیں آئی۔" اس کے لہجے میں کپکپاہٹ تھی۔

"میں اشفاق کی تائید کرتا ہوں۔ اس بات کا بہت امکان ہے کہ مجرموں کا مکان یہی ہے۔" میں نے کہا۔

"لیکن یہ بات ثبوت کو کس طرح پہنچے۔"

"ثبوت کو تو یہ کل ہی پہنچ سکے گی، جب ہم باقی کے چھ گرجاؤں کا جائزہ لے لیں گے۔ اگر ان گرجاؤں میں صلیب کسی مکان کی کھڑکیوں کے سامنے نہ نکلی، تب تو وہ یہی مکان ہوگا۔ ورنہ کوئی اور مکان بھی ہو سکتا ہے۔"

"ٹھیک ہے۔ میں فہرست میں اس گرجا پر نشان لگا لیتا ہوں۔"

یہ کہہ کر میں نے جیب سے قلم نکالا اور کاغذ پر نشان لگا دیا۔ پھر قلم کاغذ جیب میں رکھنے کے بعد ٹہلتا ہوا اس کوٹھی کے گیٹ تک چلا گیا۔ تینوں میرے پیچھے آ رہے تھے۔ اچانک میں ٹھٹک کر رک گیا اور میری آنکھیں حیرت کی زیادتی سے پھیل گئیں، حیرت کے ساتھ ساتھ چہرے پر جوش کے آثار بھی نمودار ہو گئے۔

چکر کی تفصیل

"خیر تو ہے بھائی۔ آپ تو اس طرح بت بن کر کھڑے ہو گئے ہیں جیسے کسی جادوئی دیس میں پیچھے مڑ کر دیکھ لیا ہو اور پتھر کے ہو گئے ہوں۔" اشفاق نے جلدی جلدی کہا۔

"یا پھر آپ کو اس کوٹھی میں کوئی بھوت تو چہل قدمی کرتا نظر نہیں آ گیا۔" اخلاق نے کہا۔

"یہ دونوں باتیں نہیں ہیں۔ بھائی جان کو ضرور کوئی نیا خیال سوجھ گیا ہے، کیوں بھائی جان، یہی بات ہے نا۔ ارے آپ بولتے کیوں نہیں۔ آخر کب تک یہاں اسی طرح خاموش کھڑے رہیں گے۔ اگر کوئی اندر سے نکل آیا تو کیا سوچے گا۔" آفتاب رُکے بغیر کہتا چلا گیا۔

"کیا سوچے گا۔ زیادہ سے زیادہ ہمیں چور خیال کرے گا۔" اخلاق نے کہا۔

"دماغ تو نہیں چل گیا۔ ہم چور دکھائی دیتے ہیں۔" اشفاق

نے بُرا مان کر کہا۔

"دکھائی نہ دینے سے کیا ہوتا ہے۔ شکلیں اور صورتیں تو عام طور پر دھوکا دے جاتی ہیں۔" آفتاب نے کہا۔

"حد ہو گئی۔ بولے جا رہے ہو۔ مجھے کچھ کہنے کی مہلت بھی دو گے یا نہیں۔" میں تلملا اُٹھا۔

"آپ کو کتنی مہلت چاہیئے بھائی جان۔ شوق سے لیجیے۔ ہمارے پاس مہلت کی کیا کمی ہے۔" آفتاب نے حاتم طائی کی قبر پر لات ماری۔

"مہلت کی اتنی فضول خرچی کچھ ٹھیک نہیں۔ کچھ بچا کر بھی رکھنی چاہیے۔" اشفاق نے نصیحت کی۔

"معلوم ہوتا ہے، آج تم نے زبان بند نہ کرنے کی قسم کھا لی ہے۔ خیر میں بھی سمجھ لوں گا تم سے۔" میں نے جھنجلا کر کہا۔

"آپ کو ہم سے کچھ سمجھنے کی کیا ضرورت ہے، ہر مضمون میں طاق ہیں۔" اخلاق جھٹ سے بولا۔

"اور کیا۔ یہ تو ہم ہیں ہر مضمون میں جفت۔" آفتاب نے کہا اور میں جھلاہٹ کے باوجود ہنس پڑا۔

"چلیے خیر۔ آپ ہنسے تو۔ اب یہ بتائیے۔ حیران کس بات پر ہوئے تھے۔"

"شکر ہے۔ تمہیں یہ بات پوچھنے کا خیال تو آیا۔ ادھر۔"

میرے الفاظ درمیان میں ہی رہ گئے۔ اسی وقت گیٹ کھلا تھا اور اندر سے ایک کار باہر نکلتی دکھائی دی تھی۔ کار میں ایک خوبصورت سا نوجوان بیٹھا تھا، ہمیں دیکھتے ہی اس نے کار کو بریک لگائے، گیٹ ملازم نے کھولا تھا، وہ بھی ہمیں دیکھ کر واپس جاتے جاتے رُک گیا:

"کیا بات ہے بھئی۔ مجھ سے کچھ کام ہے؟"

"ج۔ جی۔ نہیں۔ یہاں کہیں ہمارے ایک عزیز رہتے ہیں، ان کا مکان تلاش کرتے پھر رہے ہیں۔" میں نے جلدی سے کہا۔

"اوہ۔ پھر تو میں کوئی مدد نہیں کر سکوں گا۔ کیونکہ میں آس پاس رہنے والوں سے بالکل بھی واقف نہیں، ہاں۔ گرجا کے پادری سے مل لو۔ وہ ضرور تمہاری مدد کر سکیں گے۔" نوجوان نے کہا۔

"شکریہ جناب!" ہم یہ کہہ کر آگے بڑھ گئے۔ ملازم اندر کی طرف مڑ گیا اور کار باہر نکل کر ہوا ہو گئی۔ جب ہم نے محسوس کر لیا کہ کار نظروں سے اوجھل ہو چکی ہو گی اور ملازم بھی اندر داخل ہو چکا ہو گا تو واپس مڑے اور اس کوٹھی کے گیٹ کے پاس آ رُکے:

"آفتاب۔ فوراً کسی پبلک فون بوتھ سے سب انسپکٹر کاشان کو فون کرو، ان سے کہو۔ فنگر پرنٹ سیکشن کے ایک آدمی کو بھیج دیں۔"

"کیوں۔ اس کی کیا ضرورت ہے؟" آفتاب بولا۔

"عقل کے ناخن لو۔ سرور ذکی کی کوٹھی کے باہر اغوا کے وقت کار کے ٹائروں کے نشانات پائے گئے تھے، ان کی تصاویر لی گئی تھیں، ہم ان نشانات سے انہیں ملا کر دیکھیں گے۔"

"لیکن آپ یہ کس طرح کہہ سکتے ہیں کہ یہی وہ کار ہے۔ اور یہی وہ کوٹھی ہے جس میں انجم کو رکھا گیا تھا!"

"ادھر دیکھو۔ گیٹ کھلنے سے پہلے میں تمہیں یہی چیز دکھانا چاہتا تھا اور اسی چیز کو دیکھ کر میں حیرت کا بُت بنا تھا اور اب تو مجھے وہ نوجوان بھی یاد آ رہا ہے۔ جو سرور ذکی سے ہیرے کا بکس خریدنا چاہتا تھا۔"

"اوہ!" ان کے منہ سے ایک ساتھ نکلا، پھر ان کی نظریں اس چیز پر پڑیں جس کی طرف میں نے اُنگلی سے اشارہ کیا تھا، یہ جلے ہوئے سگریٹ کا ذرا سا ٹکڑا تھا جسے جوتے سے مسل دیا گیا تھا۔ اور ایسا مسلا ہوا ٹکڑا سرور ذکی کے باغ میں بھی ملا تھا۔

ٹکڑا دیکھتے ہی آفتاب نے دوڑ لگا دی۔ اب وہ جان گیا تھا کہ کار کے ٹائروں کے نشانات لینا کتنا ضروری ہے۔ آدھ

Malik Farrukh Nadeem

گھنٹے بعد ایک فوٹو گرافر وہاں پہنچ گیا۔ اس وقت تک ہم کوٹھی کے پاس سے قدرے فاصلے پر کھڑے ہو چکے تھے۔ فوٹو گرافر آیا اور نہایت خاموشی سے نشانات اٹھا کر چلتا بنا۔ اس نے ہماری طرف آنکھ اٹھا کر بھی نہ دیکھا:

"آؤ بھئی چلیں۔ اب ہمارا یہاں کوئی کام نہیں۔" میں نے کہا اور چلنے کے لیے قدم اٹھائے ہی تھے کہ وہی کار ہمارے پاس سے گزری۔ لیکن پھر رک گئی۔ اس میں وہی نوجوان بیٹھا تھا، اس نے سر باہر نکال کر حیرت زدہ لہجے میں کہا:

"ارے بھئی۔ کمال ہے۔ آپ کو اب تک اپنا عزیز نہیں ملا۔"

"جی نہیں۔" میں نے مایوسانہ لہجے میں کہا۔

"آپ لوگ پادری صاحب سے ملے؟"

"جی ہاں! ان سے مل چکے ہیں۔"

"اوہ۔ پھر تو آپ کا عزیز ادھر کہیں نہیں رہتا ہوگا۔"

"کوئی بات نہیں جناب۔ ہم تلاش کر لیں گے۔"

کار آگے بڑھی اور کوٹھی میں داخل ہو گئی۔ میں نے کچھ سوچ کر قدم گرجا کی طرف اٹھا دیے۔ پادری صاحب نے ہمیں دیکھ کر پُرشفقت انداز میں سر ہلایا:

"کیا بات ہے میرے بچّو۔ تم کچھ پریشان سے نظر آتے ہو۔"

"جی ہاں۔ ہمیں کسی کی تلاش ہے۔ یہ جو گرجا کے سامنے سُرخ دروازے والی کوٹھی ہے۔ اس میں کون صاحب رہتے ہیں۔ بتا سکتے ہیں آپ۔" میں نے باادب لہجے میں کہا۔

"ہاں کیوں نہیں۔ آس پاس کے تمام لوگوں کو میں اچھی طرح جانتا ہوں۔ اس کوٹھی میں چار آدمی رہتے ہیں اور میں نے یہ بات صاف طور پر محسوس کی ہے کہ وہ کوئی اچھے لوگ نہیں ہیں۔ تمہیں ان سے کیا کام ہے میرے بچّو۔ اچھے لوگوں سے ملنا جلنا چاہیے۔ بُروں کی صحبت نقصان دہ ہوتی ہے۔"

"آپ کا ارشاد بالکل بجا ہے محترم پادری صاحب۔ لیکن ہمیں ان سے کچھ اور ہی قسم کا کام ہے۔ ہمارا خیال بھی یہی ہے کہ وہ اچھے لوگ نہیں ہیں۔ اور ہم معاشرے سے ان کی برائی کو ختم کر دینے کی نیت رکھتے ہیں۔"

"اوہو۔ تمہارے ارادے تو خطرناک ہیں۔ لیکن ہیں نیک۔ خداوند کامیاب کرے۔ میں ان کے علاوہ اور سب لوگوں کے بارے میں بے شمار تفصیلات تمہیں سنا سکتا ہوں۔ لیکن یہ لوگ کبھی مجھ سے نہیں ملے۔ نہ ان کے بارے میں دوسروں سے کچھ معلوم ہو سکا۔ یوں بھی۔ یہ یہاں ابھی ایک سال سے ہی آباد ہوئے ہیں، اس سے پہلے تو ایک بہت بھلا مانس آدمی رہتا تھا۔ نہ جانے اس نے یہ کوٹھی ان لوگوں کے حوالے کیوں کر دی۔"

"تو کیا وہ کرائے پر دے گئے ہیں؟"

"نہیں۔ ان لوگوں نے کوٹھی خرید لی تھی۔"

"بہت بہت شکریہ۔" میں نے کہا اور ہم گرجے سے باہر نکل آئے۔

"لو بھئی۔ پادری صاحب کو بس ان کے بارے میں ہی کچھ معلوم نہیں۔ اور سب لوگوں کے بارے میں کچھ نہ کچھ بتا سکتے ہیں۔" اشفاق نے منہ بنایا۔

"خیر اتنا تو معلوم ہو ہی گیا کہ یہ لوگ کچھ اچھے لوگ نہیں ہیں، اب اگر کار کے ٹائروں کے نشانات اُن نشانات سے مل گئے جو سرور ذکی صاحب کی کوٹھی کے باہر پائے گئے تھے تو مزا آ جائے گا۔" میں نے کہا۔

"آپ تو اس طرح کہہ رہے ہیں جیسے وہ بکس ہمیں ہی تو مل جائے گا۔" آفتاب نے حسرت بھری آواز میں کہا۔

"وہ ہمارا نہیں ہے، پھر ہمیں کیوں مل جائے۔ میں تو کیس حل کرنے کی بات کر رہا ہوں۔" میں بھنّا اٹھا۔

"تو پھر کیوں نہ ہم انکل کاشان کے پاس چلیں اور ان سے جلد از جلد نشانات بنوانے کی درخواست کریں۔" اشفاق جلدی سے بولا۔

"اور ادھر گھر میں جو ہمارا انتظار ہو رہا ہو گا۔"

"ہم وہاں سے فون کر دیں گے۔ یہ معاملہ ایسا نہیں کہ درمیان

Malik Farrukh Naveed

میں چھوڑ کر گھر چلے جائیں اور سو جائیں۔"

"تو پھر ٹھیک ہے۔"

اور ہم سب انسپکٹر کاشان کی طرف روانہ ہو گئے۔ انہوں نے دیکھتے ہی کہا:

"آؤ بھئی آؤ۔ یہ کیا چکر ہے۔"

"نشانات تیار ہو گئے ہیں یا نہیں۔" میں نے بے چین ہو کر پوچھا۔

"چند منٹ تک مل جاتے ہیں، فکر نہ کرو۔ چکر بتاؤ۔"

میں نے انہیں جلدی جلدی چکر کی تفصیل سُنا دی۔ وہ حیرت زدہ انداز میں پلکیں جھپکاتے رہے۔ پھر بولے:

"یہ تو ایسا معلوم ہوتا ہے۔ جیسے تم لوگ بالکل صحیح رُخ پر تفتیش کر رہے ہو۔"

اسی وقت وہی ماہر اندر داخل ہوا اور چند تصویریں سامنے رکھتے ہوئے بولا:

"تصویریں حاضر ہیں جناب۔"

"ٹھیک ہے۔ تم جا سکتے ہو۔"

اس کے جانے کے بعد ہم نے تصاویر کا جائزہ لیا اور اُٹھتے ہوئے میں نے کہا:

"بس جناب۔ اب ہم چلتے ہیں۔ رات کافی ہو گئی ہے۔ ابھی ہمیں انسپکٹر انور علی خان سے بھی ملنا ہے۔"

"کیوں۔ ان سے کیا کام ہے؟" سب انسپکٹر کاشان چونکے۔

"اس کیس کی تفتیش انہوں نے ہی کی تھی۔"

"اوہ!" ان کے منہ سے نکلا۔

"آپ فکر مند کیوں ہو گئے۔ اور انور علی صاحب کا نام سُن کر چونک کیوں اُٹھے تھے۔"

"وہ بہت تیز مزاج آدمی ہیں۔ اور میرے تو خاص طور پر دشمن ہیں۔"

"خیر کوئی بات نہیں۔ ہم آپ کا نام درمیان میں نہیں لائیں گے۔"

"لیکن میرا خیال ہے۔ اس کے باوجود وہ تمہیں نشانات کی تصاویر نہیں دکھائیں گے۔"

"ہمارا اپنا ایک طریقہ کار ہے۔ آپ فکر نہ کریں۔"

یہ کہہ کر ہم اٹھے اور ان سے ہاتھ ملا کر باہر نکل آئے:

"کچھ پتا بھی ہے بھائی جان۔ اس وقت تک ہم ٹیکسیوں کا کتنا بل ادا کر چکے ہیں۔" آفتاب نے بوکھلائی ہوئی آواز میں کہا۔

"کیشیئر تم ہو۔ تم ہی بتا سکتے ہو۔" میں نے لاپروائی سے کہا۔

"تقریباً تین سو روپے۔ جب سے اس کیس پر کام شروع کیا ہے۔"

"کوئی بات نہیں۔ اگر ہم کامیاب ہو گئے تو معاوضہ بھی خاطر خواہ ملے گا۔" میں نے مُسکرا کر کہا۔

"آپ خاطر خواہ معاوضہ وصول ہی کب کرتے ہیں۔ دوسرے تو دینے پر تلے رہتے ہیں، مگر آپ ہیں کہ کم سے کم کی رٹ لگائے رہتے ہیں۔"

"حلال روزی کا راز اِسی بات میں پوشیدہ ہے۔"

ہم پولیس اسٹیشن میں داخل ہوئے، لیکن جونہی انسپکٹر انور علی خان کے کمرے میں قدم رکھا، دھک سے رہ گئے۔ اندر انور علی خان اکیلے نہیں تھے۔ ان کے ساتھ جلالی نور بھی تشریف فرما تھے اور کچھ اس ٹھاٹھ سے کہ میز پر ایک پلیٹ میں چرغہ رکھا تھا۔ دونوں اس کی ایک ایک ٹانگ ادھیڑنے میں مصروف تھے، ہم پر جو نظر پڑی تو جلالی نور شریر انداز میں مسکرا دیا اور انور علی خان کی آنکھوں میں ناگواری کی جھلک نظر آنے لگی:

"کیا بات ہے۔ کون ہو تم۔ یہ رپورٹ لکھوانے کا وقت نہیں ہے۔ کھانے کا وقت ہے۔"

"ل۔ لیکن۔ جناب۔" میں ہکلانے لگا۔

"ل۔ لیکن جناب کیا۔" وہ پھاڑ کھانے والے لہجے میں بولا۔

"خان صاحب۔ آپ انہیں نہیں جانتے۔ یہ مشہور و معروف ہستیاں شوکی برادران ہیں۔" جلالی نور نے گہرے طنزیہ لہجے میں تعارف کرایا۔

"اوہو۔ تو یہ ہیں شوکی برادرز۔ حیرت ہے۔" اس نے واقعی

حیران ہو کر کہا، ناگواری کچھ کم ہو گئی۔

"اس میں حیرت کی کیا بات ہے جناب۔" میں نے بھی جواب میں حیران ہو کر کہا۔

"تم لوگ کس طرح آئے ہو۔" انور علی خان بولا۔

"سرور ذکی صاحب کی بیٹی انجم ذکی کے اغوا کے سلسلے میں، یہ بات تو آپ کو معلوم ہو ہی چکی ہو گی کہ وہ ہمارے ذریعے سے واپس گھر تک پہنچی ہے۔"

"جی ہاں! اچھی طرح جانتا ہوں۔" اس نے جلے کٹے لہجے میں کہا۔ "پوری تفصیل سن چکا ہوں۔ تم لوگوں نے بہت پَر نکال لیے ہیں۔"

"پَر۔ نہیں تو جناب۔" آفتاب نے بوکھلا کر کندھوں کی طرف دیکھا۔

"ہمارا وقت بہت قیمتی ہے اور پھر بہت مصروف ہیں۔ یہ بتاؤ یہاں کیوں آئے ہو۔"

"آپ کو اغوا کرنے والوں کی کار کے نشانات سرور ذکی کی کوٹھی کے باہر ملے تھے۔ آپ نے ان کے نشانات بھی ضرور اٹھوائے ہوں گے۔"

"تو پھر۔ تم سے مطلب!"

"ہم نے بھی ایک کار کے کچھ نشانات اٹھوائے ہیں اور ہمارا

خیال ہے کہ یہ وہی کار ہے۔ ہم اسے ایک گھر سے نکلتے بھی دیکھ چکے ہیں۔ لہٰذا ہم چاہتے ہیں۔ دونوں نشانات کو ملا کر دیکھ لیا جائے۔ اس طرح شک یقین میں بدل جائے گا۔"

"ہوں۔ کہاں ہیں نشانات کی تصویریں۔"

"جی۔ یہ رہیں۔" میں نے تصویروں والا لفافہ اس کی طرف بڑھا دیا۔

"کمال دین۔ سرور ذکی کی بیٹی والی فائل نکال لاؤ۔" اس نے بلند آواز میں کہا۔

"بہت بہتر جناب۔" ساتھ والے کمرے سے آواز سنائی دی اور جلد ہی ایک کالے رنگ کا حوالدار فائل اٹھائے اندر داخل ہوا۔

انور علی خان نے فائل کو کھولا اور تصاویر نکال کر ہمارے والی تصاویر اس کے ساتھ رکھیں۔ ہم بھی جھک پڑے اور فوراً ہی جان گئے کہ دونوں نشانات ایک ہی کار کے ہیں۔ یہ بات جانتے ہی ہم جوش میں بھر گئے۔

"بہت بہت شکریہ جناب۔ آپ نے ہماری بہت مدد کی۔" یہ کہہ کر میں مڑا۔ میرے ساتھ وہ تینوں بھی مڑے۔

"ٹھہرو۔ تم اس طرح نہیں جا سکتے۔"

"جی۔ پھر کس طرح جا سکتے ہیں۔" آفتاب نے معصومانہ انداز میں پوچھا۔

"اس گھر کا پتا بتاؤ۔ جس سے تم نے کار کو نکلتے دیکھا ہے۔"

"دیکھیے جناب۔ ہم نے یہ جاننے کے لیے بہت کوشش کی ہے، ہم مجرموں کو گرفتار کرانے کے لیے تیار ہیں۔ آپ ہمیں اپنے ساتھ لے کر چلیے۔"

"ہرگز نہیں۔ یہ کام ہمارا ہے۔ چلو جلدی بتاؤ۔"

ہم پریشان ہو گئے۔ اگر اسے بتا دیتے تو وہ فوراً جا کر ان لوگوں کو گرفتار کر لیتا اور ہماری ساری محنت برباد ہو جاتی۔ لہٰذا میں نے کچھ سوچ کر کہا:

"دیکھیے جناب۔ ہم اس کا نمبر نوٹ نہیں کر سکے۔ خود چل کر دکھا سکتے ہیں۔"

"ان کی چالاکیوں میں نہ آ جائیے گا خان صاحب۔" جلالی نُور مسکرایا۔

"ٹھیک ہے۔ یہ اس طرح نہیں بتائیں گے۔ کمال دین۔ انہیں حوالات میں بند کر دو۔"

"ٹھ۔ ٹھہریے جناب۔ ہم واقعی اس مکان کا نمبر نہیں جانتے، لیکن اس کی نشانی اچھی طرح بتا سکتے ہیں۔ آپ آسانی سے پہنچ جائیں گے۔"

"ٹھیک ہے بتاؤ۔" اس نے خوش ہو کر کہا۔

میں نے گرجا کا نام اور سڑک وغیرہ بتاتے ہوئے کہا:

"اِس گرجا کے سامنے سُرخ گیٹ والی کوٹھی ہے۔"

"بہت خوب۔ یہ ہوئی نا بات۔"

"آپ ہمیں ساتھ لے کر چھاپہ مارنا پسند کریں گے یا ہم جا سکتے ہیں۔"

"نہیں۔ تم لوگ نہیں جا سکتے۔" انور علی خان نے کہا۔

"بہت بہت شکریہ جناب۔" میں نے خوش ہو کر کہا۔

"کس بات کا شکریہ۔" اس نے آنکھیں نکالیں۔

"آپ نے ہمیں ساتھ لے جانے کا فیصلہ جو کر لیا ہے۔" اشفاق نے جلدی سے کہا۔

"خوش فہمی ہے تمہاری۔ کمال دین، ان چاروں کو حوالات میں بند کر دو۔ آج رات یہ ہمارے مہمان رہیں گے۔ صبح انہیں چھوڑ دیں۔ جلالی نور صاحب۔ آپ اس مہم میں میرا ساتھ دینا پسند کریں گے۔"

"کیوں نہیں خان صاحب۔" اس نے ہماری طرف طنز بھری نظروں سے دیکھا۔

"لیکن جناب۔ آپ ہمیں کس جرم کے تحت حوالات میں بند کر رہے ہیں۔"

"آوارہ گردی کے جرم میں۔ تم لوگ رات کے دو بجے سڑکوں پر آوارہ گردی کر رہے تھے۔" خان صاحب نے فردِ جرم سنائی۔

"لیکن جناب۔ ابھی تو صرف دس بجے ہیں، دو بجنے میں تو پورے چار گھنٹے باقی ہیں۔" میں نے بوکھلا کر کہا۔

"دو نہیں بجے تو کیا ہوا۔ بج جائیں گے۔ کمال دین۔ تم نے سنا نہیں۔"

"یس سر۔ یس سر۔"

اور اس نے ہمیں بھیڑ بکریوں کی طرح دونوں ہاتھوں سے حوالات کی طرف دھکیلنا شروع کیا۔ ہم تھر تھر کانپ رہے تھے۔ یہ نئی مصیبت مول لی تھی۔ کاش ہم انکل کاشان کا اشارہ سمجھ جاتے، لیکن اب کیا ہو سکتا تھا۔ اب تو صبح تک کے لیے پھنس چکے تھے۔ اور جب حوالات میں بند کر کے سلاخوں والے دروازے کو تالا لگایا گیا تو یہ بات ہمیں یاد آئی کہ ہم گھر فون کرنا بھول گئے تھے۔

ایک چال

جلد ہی ہم نے جلالی نور اور انور علی خان کو حوالات کے سامنے سے گزرتے دیکھا۔ ان کے ساتھ چھ کانسٹیبل بھی تھے۔ حوالات کے سامنے رک کر انور علی خان نے بلند آواز میں کہا:

"کمال دین۔ ان کے خلاف آوارہ گردی کی رپورٹ درج کر لو، دو بجے کا وقت لکھ دینا۔"

"تو دو بجے ہی کیوں نہ لکھی جائے۔"

"نہیں۔ ابھی لکھ لو۔" اس نے کہا اور آگے بڑھ گیا۔

حوالات کی کوٹھری میں شدید بو پھیلی ہوئی تھی۔ ہمارے علاوہ وہاں آٹھ آدمی اور تھے۔ تنگ سی جگہ میں وہ سکڑے سمٹے بیٹھے تھے۔ ایک کونے میں پردہ ڈال کر بیت الخلا بنایا گیا تھا۔ سلاخوں کے پاس پانی کا ایک گھڑا رکھا تھا۔ ہم ان قیدیوں کے قریب جانے کی ہمت نہ کی اور سلاخوں کے پاس ہی پہلے تو بہت دیر تک کھڑے باہر دیکھتے رہے، پھر تھک کر اکڑوں بیٹھ گئے۔ لیکن اکڑوں بھی کب

Malik Farrukh Naleem

تک بیٹھے رہتے۔ آخر فرش پر پھونکیں مار مار کر ٹانگیں پھیلا کر بیٹھ گئے۔ دل ڈوبے جا رہے تھے۔ یہ سوچ سوچ کر دم نکلا جا رہا تھا کہ صبح کس طرح ہو گی۔ اتنی لمبی رات کس طرح کٹے گی۔

اچانک باہر ایک کار رکنے کی آواز سنائی دی۔ پھر کوئی اندر داخل ہوا اور حوالات کے پاس آکر رک گیا۔ پھر ایک آواز ہمارے کانوں سے ٹکرائی:

"ان لوگوں کو کس جرم کی پاداش میں حوالات میں رکھا گیا ہے۔"

اس آواز نے ہمارا سیروں خون بڑھا دیا۔ یہ آواز اکبر راٹھور کی تھی۔ ہم اچھل کر کھڑے ہو گئے۔ ساتھ ہی ابا جان بھی آئے تھے۔

"یہ لوگ آوارہ گردی کر رہے تھے۔" دروازے پر کھڑے سنتری نے کہا۔

"آوارہ گردی۔" یہ کہتے وقت اکبر راٹھور نے گھڑی دیکھی اور پھر سنتری کی طرف مڑے:

"سنتری صاحب۔ آپ ہوش میں تو ہیں۔ آپ اس وقت اس شہر کے مشہور وکیل اکبر راٹھور سے بات کر رہے ہیں۔ کیا آپ کو اتنا بھی نہیں معلوم کہ ابھی آوارہ گردی کا وقت نہیں ہوا۔"

"مم۔ میں کچھ نہیں جانتا جناب۔ آپ حوالدار صاحب سے

بات کریں۔"

"ہاں ضرور۔ کیوں نہیں۔ لیکن پہلے میں ان سے بات کروں گا۔ ہاں شوکی۔ حالات سناؤ۔"

میں فر فر بولنے لگا۔ کہانی کے آخری حصے تک پہنچتے پہنچتے اکبر راٹھور کا چہرہ سرخ ہو گیا۔ میرے خاموش ہوتے ہی وہ بولے:

"میں ان لوگوں سے سمجھ لوں گا۔ انہوں نے قانون کو کھیل بنا رکھا ہے۔"

اور وہ دونوں اندر چلے گئے۔ جلد ہی اکبر راٹھور کی بلند آواز سنائی دی:

"شوکی برادران کو سنا ہے، آوارہ گردی کے جرم میں گرفتار کیا گیا ہے۔"

"ج۔ جی ہاں۔"

"رپورٹ تو درج کی ہو گی آپ نے۔"

"ج۔ جی۔ کر رہا ہوں۔" اس نے کہا۔

"خوب۔ تو اب رپورٹ درج ہو رہی ہے۔ اور آپ نے انہیں گرفتار کب کیا ہے۔"

"رات کے دو بجے۔"

"کل رات کے دو بجے۔ یا آج رات کے دو بجے۔"

Malik Farrukh Naleem

"جی۔جی آج رات کے۔" اس نے کہا۔

"لیکن ابھی تو ساڑھے گیارہ بجے ہیں۔"

"جی ہاں۔لیکن میں کیا کر سکتا ہوں۔میں نے تو انسپکٹر صاحب کے حکم کی تعمیل کی ہے۔"

"اور انسپکٹر صاحب کہاں ہیں؟"

"مجرموں کو گرفتار کرنے گئے ہیں۔"

"اب اگر آپ لوگ اپنے اوپر لاقانونیت اور حبس بے جا کا مقدمہ نہیں بنوانا چاہتے تو حوالات کا دروازہ کھول کر شوکی برادرز کو باہر نکال دیں۔"

"جی۔جی۔وہ انسپکٹر صاحب۔"

"آپ یہ کہنا چاہتے ہیں کہ انسپکٹر صاحب ہی آ کر آپ کو حکم دے سکتے ہیں۔"

"جی ہاں۔"

"تب پھر یہاں ان سے بھی بڑے آفیسر آئیں گے" اکبر راٹھور نے گویا دھمکی دی اور فون کی طرف ہاتھ بڑھایا۔

"ٹھ ٹھ۔ٹھہریے جناب۔میں انہیں حوالات سے نکالے دیتا ہوں۔"

"آ گئی عقل۔" اکبر راٹھور مسکرائے۔

جلد ہی ہم حوالات سے باہر تھے۔تھانے سے نکلتے ہی

میں نے کہا:

"یہ تو وہی بات ہوئی۔درد سہیں بی فاختہ اور کوّے انڈے کھائیں۔"

"اب کیا کرنا چاہتے ہو۔" آباجان بولے۔

"ہمیں فوری طور پر اس کوٹھی تک جانا چاہیے۔دیکھیں تو سہی۔انور علی خان اور جلالی نور نے کیا کارنامہ سرانجام دیا ہے۔"

"ٹھیک ہے۔راستہ بتاؤ۔" اکبر راٹھور بولے۔

ہم آندھی اور طوفان کی طرح روانہ ہوئے۔گرجے کے پاس پہنچ کر جیپ سے اترے تو وہاں بہت سے لوگ جمع تھے۔

"کیا بات ہے جناب۔کیا ہوا یہاں؟" اکبر راٹھور نے ایک سے پوچھا۔

"اس کوٹھی سے ابھی ابھی پولیس چار آدمیوں کو گرفتار کر کے لے گئی ہے۔"

"ہوں۔تو وہ لے جا چکے ہیں انہیں۔اور سیدھے پولیس اسٹیشن ہی گئے ہوں گے۔لیکن راستے میں تو کہیں ملے نہیں۔" اکبر راٹھور بڑبڑائے۔

"کسی اور راستے سے نہ چلے گئے ہوں۔"

"میں فون کر کے معلوم کرتا ہوں۔" اس نے کہا اور ایک پبلک فون بوتھ سے پولیس اسٹیشن کو فون کیا۔لیکن کمال دین حوالدار نے

بتایا کہ انسپکٹر صاحب ابھی تک واپس نہیں لوٹے۔ اکبر راٹھور نے مایوسانہ انداز میں ریسیور رکھ دیا۔

"ہو سکتا ہے، وہ راستے میں ہوں۔" وہ بولے۔

"خیر کوئی بات نہیں۔ ہم کچھ دیر بعد فون کریں گے۔"

"اب کیس کا سہرا انسپکٹر انور علی خان اپنے سر باندھ لے گا۔" آفتاب نے جلائے ہوئے لہجے میں کہا۔

"چلو خیر کوئی بات نہیں۔ سوال یہ ہے کہ اب ہم کیا کریں۔"

"گھر جانے کے سوا کر ہی کیا سکتے ہیں۔" ابا جان بولے۔

جونہی ہم گھر پہنچے۔ فون کی گھنٹی نے ہمارا استقبال کیا۔ امی جان اپنے کمرے میں گہری نیند سو رہی تھیں اور فون کی گھنٹی انہیں بیدار نہیں کر سکتی تھی۔ میں نے جلدی سے آگے بڑھ کر ریسیور اٹھا لیا:

"ہیلو۔ شوکی بول رہا ہوں۔"

"اور میں سرور ذکی ہوں۔ شوکی صاحب آپ نے اس معاملے میں میرا بہت ساتھ دیا، بہت مدد کی، میں شکر گزار ہوں اور اس حد تک آپ اگر کوئی معاوضہ چاہیں تو میں ادا کرنے کے لیے تیار ہوں۔"

"شکریہ جناب۔ میں پہلے ہی کہہ چکا ہوں کہ اتنے سے کام کا معاوضہ نہیں لیں گے۔ ہاں جب آپ کا کیس مکمل طور پر حل کر

لیں گے تو معاوضہ بھی لے لیں گے۔"

"لیکن اب اس کی کوئی ضرورت نہیں۔" وہ بولے۔

"جی۔ کیا مطلب۔ کس کی کوئی ضرورت نہیں۔"

"اس کیس پر کام کرنے کی۔ انور علی خان انسپکٹر پولیس نے ان چاروں مجرموں کو گرفتار کر لیا ہے۔ جنہوں نے میری بیٹی کو اغوا کیا تھا۔ وہ انہیں لے کر ابھی ابھی میرے ہاں آئے تھے۔ انجم نے ان چاروں کو شناخت کر لیا ہے۔ لہٰذا اس طرح یہ کیس ختم ہو گیا۔" انہوں نے جلدی جلدی کہا۔

"اوہ!" میں بھونچکا رہ گیا۔ پھر جلدی سے بولا:

"اور آبنوسی بکس۔؟"

"وہ اس کوٹھی سے نہیں مل سکا۔ انور علی صاحب کا خیال ہے کہ مجرموں نے اسے کہیں اور چھپا رکھا ہے۔ وہ چند گھنٹوں کے اندر اندر ان سے سب کچھ اگلوا لیں اور صبح تک بکس پھر میرے پاس ہو گا۔"

"چلیے ٹھیک ہے۔ آپ کا مسئلہ تو حل ہوا۔ ہمیں خوشی ہے۔" یہ کہہ کر میں نے ریسیور رکھ دیا اور انہیں حالات بتائے۔

"گویا ہماری ساری محنت برباد گئی۔" اشفاق نے بُرا سا منہ بنایا۔

"ہم سے غلطی یہ ہوئی کہ انور علی سے ملاقات کر بیٹھے۔ اس

کے پاس تو ہمیں جانا ہی نہیں چاہیے تھا۔" اخلاق نے بھنّا کر کہا۔

" اب کیا معلوم تھا کہ پولیس اسٹیشنوں میں ایسا بھی ہوتا ہے۔ دو بجنے سے پہلے ہی دو بجا لیے جاتے ہیں۔"

" خیر ختم کرو۔ اب آرام کرو۔ راٹھور صاحب۔ آپ کا بہت بہت شکریہ۔"

" اس میں شکریہ کی کیا بات ہے۔ میں نے تو اپنا فرض ادا کیا ہے۔"

اکبر راٹھور چلے گئے اور ہم نے اپنے بستروں کا رُخ کیا۔ بڑی کوفت محسوس کر رہے تھے۔ کتنی دیر تک کروٹیں بدلتے رہے، آخر نہ جانے کب نیند نے آدبوچا۔ دوسری صبح کے اخبارات میں ان چاروں کی گرفتاری کی خبریں پہلے صفحے پر شائع کی گئی تھیں؛ تاہم ان میں یہ بھی تھا کہ رات گئے تک انسپکٹر انور علی خان چاروں سے بکس کے بارے میں کچھ معلوم نہیں کر سکے۔ ان چاروں کا بس ایک ہی بیان ہے۔ اور وہ یہ کہ انجم کو انہوں نے اغوا ضرور کیا تھا اور بدلے میں بکس بھی حاصل کیا تھا، لیکن بکس انہوں نے اس شخص کے حوالے کر دیا تھا جس نے انہیں اس سارے کام پر آمادہ کیا تھا اور اس کا اس نے انہیں بھاری معاوضہ بھی دیا تھا۔ وُہ اُن کے پاس خود آیا تھا۔ چاروں اس قسم کے کام معاوضہ لے کر پہلے بھی کرتے رہے ہیں۔ گویا بکس اب اس نامعلوم آدمی کے پاس

تھا۔ وہ چاروں اس کا صرف حلیہ بتا سکے۔ اور اس کے بارے میں انہیں کچھ بھی معلوم نہیں تھا۔ حلیہ جو انہوں نے بتایا: اس کے مطابق وہ ایک نوجوان آدمی تھا۔ اس کا رنگ سانولا تھا۔ آنکھیں بڑی بڑی اور کالے رنگ کی تھیں۔ چہرے پر ڈاڑھی مونچھیں نہیں۔ سر پر ہیٹ اوڑھے رہتا تھا۔

ہم نے اس حلیے پر غور کیا، لیکن اس کیس کے دوران اس حلیے کا کوئی آدمی سامنے نہیں آیا تھا۔

" ہو سکتا ہے، وہ شخص میک اپ میں رہا ہو۔"

" ہاں۔ عین ممکن ہے۔" میں نے کہا، ساتھ ہی مجھے ایک بات یاد آ گئی۔ اور مَیں سوچ میں ڈوب گیا۔ اسی وقت فون کی گھنٹی بجنے لگی، ریسیور اٹھایا تو دوسری طرف سے سرور ذکی صاحب بول رہے تھے:

" شوکی صاحب۔ انسپکٹر انور علی خان بکس مجھے نہیں دلا سکے۔"

" پھر۔ ہم کیا کر سکتے ہیں۔ ہم سے تو آپ کیس واپس لے چکے ہیں۔" میں نے منہ بنایا۔

" ہاں۔ یہ میری غلطی تھی میں یہ معاملہ پھر آپ کو سونپنا چاہتا ہوں۔ مہربانی فرما کر آبنوسی بکس تلاش کر دیں۔"

" دیکھیے جناب۔ پہلے تو ہم نے اپنی خدمات خود اس کیس کے لیے وقف کر رکھی تھیں اور آپ سے معاوضے کے بارے میں کوئی

بات نہیں کی تھی، لیکن اب ہم پہلے باقاعدہ معاوضہ طے کریں گے اور پھر اس کیس پر کام کریں گے۔ یہ بات اگر آپ کو منظور ہو تو ہم معاملہ طے کرنے کے لیے حاضر ہو جاتے ہیں۔"

"ضرور ضرور۔ بلکہ آپ کیوں تکلیف کرتے ہیں۔ میں ہی آپ کے پاس آجاتا ہوں۔"

"جی نہیں۔ ہم ہی آئیں گے۔ ایک دو چیزوں کا جائزہ بھی لینا ہے۔"

"تو پھر شوق سے آجائیے۔"

"ہم آدھ گھنٹے تک پہنچ رہے ہیں۔"

تیار ہو کر ہم ان کے ہاں پہنچے۔ آج سکول میں چھٹی تھی۔ سرور ذکی ہمارا انتظار کر رہے تھے۔ بڑی گرم جوشی سے ملے:

"کیا آپ کو یقین ہے، آپ بکس تلاش کر سکتے ہیں۔" انہوں نے بے قراری کے عالم میں کہا۔

"بکس کی بجائے ہم اس آدمی کو تلاش کریں گے جس نے ان چاروں کو انجم صاحبہ کے اغوا کے لیے مقرر کیا۔ اور پھر بکس ان سے لے کر غائب ہو گیا۔ ہمیں تو دراصل اسے تلاش کرنا ہے۔ اصل مجرم تو وہ ہے اور جب وہ مل جائے گا، تو گویا بکس مل جائے گا۔"

"یہ آپ کا کام ہے۔ میں کچھ نہیں جانتا۔ اب معاوضے کی

بات ہو جائے۔"

"ٹھیک ہے۔ آپ کیا معاوضہ دینا پسند کریں گے۔"

"جو آپ فرمائیں۔"

"اگر آپ ہم سے کیس واپس نہ لیتے تو ہم بکس آپ کے حوالے کر دیتے اور جو معاوضہ بھی آپ ہمیں دیتے، ہم اس سے بھی کم لینا منظور کرتے۔ لیکن اب ہم اپنی مرضی سے معاوضہ لیں گے۔ بکس کروڑوں روپے کا ہے۔ اور آپ اسے اعلانیہ کسی ریاست کے والی کے ہاتھ فروخت کر سکتے ہیں۔ اس لیے ہم آپ سے صرف پچاس ہزار روپے وصول کریں گے۔"

"پچاس ہزار۔ اتنے سے کام کے۔"

"جی ہاں۔ آپ چاہیں تو یہ کام پولیس کے ذریعے سے لے سکتے ہیں۔"

"نہیں۔ میں یہ کام آپ سے ہی کرانا پسند کروں گا۔ رات آپ کو فون کر کے ابھی تک پچھتا رہا ہوں۔"

"تو پھر معاملہ پچاس ہزار میں طے رہا۔"

"نہیں بھئی۔ یہ بہت ہیں۔ پچیس ہزار روپے ٹھیک ہیں۔"

"جی نہیں۔ ہم پچاس ہزار روپے سے کم نہیں لیں گے۔ اگر آپ کو منظور نہیں تو ہم چلتے ہیں۔" میں نے بُرا مان کر کہا۔

"ارے ارے۔ آپ تو ناراض ہو گئے۔ چلیے خیر پچاس ہزار

Malik Farrukh Nadeem

ہی دوں گا۔ آپ بس بکس تلاش کر دیں۔"

" انشاء اللہ! ہم یہ کام کر دکھائیں گے۔"

" کتنے دن لگ جائیں گے۔"

" کچھ نہیں کہہ سکتے۔ کوشش کریں گے کہ جلد از جلد تلاش کر لیں۔"

" بہت بہت شکریہ۔" انہوں نے مطمئن ہو کر کہا۔

" اب ہم انجم صاحبہ سے چند سوالات کرنا چاہتے ہیں۔"

" ضرور کیوں نہیں۔" انہوں نے کہا۔ اور اُٹھ کر چلے گئے۔ جلد ہی انجم کاغذ قلم اٹھائے آ گئی۔ اس کے چہرے پر ایک دل کش مسکراہٹ تھی۔ نہ جانے کیوں وہ اس قدر خوش تھی۔

" پہلے تو یہ بتائیے۔ آپ اتنی خوش کیوں ہیں۔" میں نے جملہ لکھا۔

" رات جب مجھے معلوم ہوا کہ ابا جان نے آپ سے کیس واپس لے لیا ہے، تو مجھے بہت رنج ہوا تھا۔ لیکن صبح جب ابو نے پھر آپ سے رابطہ قائم کیا تو مجھے بہت خوشی ہوئی۔ دراصل اس کیس کو حل کرنے کا حق تو آپ کا ہی ہے۔" اس نے لکھا۔

" اس کوٹھی سے چار آدمی گرفتار کیے گئے ہیں۔ وہ چاروں اسی قسم کے کام کرنے کے عادی تھے اور معاوضے پر کام کرتے تھے۔ آپ اس کوٹھی میں تین دن تک رہی ہیں۔ کیا آپ نے وہاں

کسی پانچویں آدمی کو بھی دیکھا تھا۔ جس کے چہرے پر ڈاڑھی مونچھیں نہیں تھیں اور سر پر ہیٹ بھی تھا، وہ ایک لمبے قد کا آدمی ہے۔"

" ہاں۔ یہ وہی تو تھا جس نے میرے گالوں پر طمانچے مارے تھے۔ اور ریسیور ہاتھوں سے چھینا تھا۔"

" اور کوئی خاص بات۔ جو آپ اس کے بارے میں بتا سکیں۔"

" جی اور کیا بتاؤں۔ اس شخص کا حلیہ عجیب سا تھا۔ یوں لگتا تھا جیسے اس نے حلیہ بہت جلدی میں تبدیل کیا ہو۔"

" اب ہم عجائب گھر دیکھنا چاہتے ہیں۔"

" وہ آپ کو ابو دکھا سکتے ہیں۔"

" ٹھیک ہے۔ آپ اپنے ابو کو بھیج دیں۔" میں نے کہا۔

" آپ کے ذہن میں آخر ہے کیا۔" آفتاب نے اس کے جانے کے بعد کہا۔

" فکر نہ کرو، کم از کم بھوسہ نہیں ہے۔" میں نے مسکرا کر کہا۔

" پھر بھی۔ پولیس جس بکس کو تلاش نہیں کر سکی۔ ہم اناڑی قسم کے جاسوس کس طرح اسے تلاش کر سکیں گے۔" اشفاق بولا۔

" عقل سے کام لے کر۔ ایک بات شروع سے میرے ذہن میں چبھ رہی ہے۔ اور وہ یہ کہ اتنا عرصہ گزرنے کے بعد کسی کو

Malik Farrukh Nadeem

اس بکس کی اصل حقیقت کا پتا کس طرح لگ گیا۔ کیا رام چند اتنا عرصہ کہیں گزارنے کے بعد اپنا بکس حاصل کرنے آیا ہے — یا اس نے مرتے وقت یہ راز کسی کو بتا دیا تھا۔"

"پھر آپ کس نتیجے پر پہنچے۔"

"ابھی تک کسی نتیجے پر نہیں پہنچا، لیکن بہت جلد میں معاملے کی تہہ تک پہنچ جاؤں گا۔"

اسی وقت قدموں کی آواز ابھری — اور سرور ذکی اندر داخل ہوئے:

"انجم نے مجھے بتایا ہے کہ آپ لوگ عجائب گھر دیکھنا چاہتے ہیں۔"

"جی ہاں۔"

"لیکن اسے دیکھ کر کیا کریں گے۔" ان کے لہجے میں حیرت تھی —

"دیکھنا چاہتے ہیں، بکس کہاں رکھا تھا۔" میں نے کہا۔

"لیکن بھئی۔ بکس عجائب گھر سے تو چوری نہیں ہوا۔ اسے تو ہم نے خود مجرموں تک پہنچایا تھا۔"

"ہاں! اس کے باوجود ہم عجائب گھر دیکھنا چاہتے ہیں — کیا آپ دکھانا پسند نہیں کرتے۔"

"یہ بات نہیں۔ آیئے میرے ساتھ۔"

ہم ان کے ساتھ کوٹھی کی اوپر والی منزل پر پہنچے۔ یہاں ایک کمرے میں میز بچھی تھی اور میز کے دوسری طرف ایک شخص بیٹھا فائلوں میں غرق تھا۔ اسے ہماری آمد کا پتا بھی نہ چلا:

"یہ میرے عجائب خانے کے انچارج خاطر شریف ہیں — یہ آپ کو عجائب خانہ دکھا دیں گے — مسٹر شریف یہ شوکی برادرز ہیں عجائب خانہ دیکھنا چاہتے ہیں۔ میں تو ذرا مصروف ہوں، یہ کام آپ ہی کریں۔"

"جی بہتر۔" اس نے کہا۔ سرور ذکی واپس مڑ گئے۔ خاطر شریف نے سامنے رکھی فائل بند کی اور اٹھتے ہوئے بولا:

"چلیے جناب۔" اس کی نرم ملائم آواز کانوں سے ٹکرائی۔

اس کمرے میں ایک بغلی دروازہ تھا، اس پر ایک بڑا سا تالا لٹک رہا تھا، اس نے تالا کھولا اور اندر داخل ہوا، ہم اس کے پیچھے چلے۔ اب ہم ایک گیلری نما کمرے میں تھے۔ کمرہ کافی بڑا تھا اور اس میں چاروں طرف دیواروں کے ساتھ ساتھ شیشے کے بکس لگے ہوئے تھے، ان بکسوں میں دنیا جہاں کی عجیب و غریب چیزیں قرینے سے سجی ہوئی تھیں — ہم ایک ایک چیز کو دیکھتے ہوئے آگے بڑھتے چلے گئے — خاطر شریف ہمیں ان کے بارے میں تفصیل سے بتاتا رہا، یہاں تک کہ ہم

ایک خالی شوکیس کے پاس پہنچے:

" اس میں وہ بکس تھا۔ آبنوسی بکس۔ جو اغوا کرنے والوں کے حوالے کر دیا گیا۔" اس نے حسرت زدہ لہجے میں کہا۔

" تو آپ کو بھی اس بکس کے جانے کا صدمہ ہے۔"

" ہاں! اس لیے کہ وہ بہت ہی خوبصورت تھا اور اب تو یہ بات معلوم ہو چکی ہے کہ وہ ہیرے کو تراش کر بنایا گیا تھا۔"

" ہاں۔ یہ ٹھیک ہے۔"

ہم تھوڑی دیر اس خالی بکس کو دیکھتے رہے۔ خاطر شریف حیران تھا کہ کیا دیکھ رہے ہیں۔ آخر میں نے کہا:

" بہت بہت شکریہ شریف صاحب۔ اب ہم چلتے ہیں۔"

باہر نکلے تو کوٹھی کے لان میں سرور ذکی ٹہلتے نظر آئے۔ ہمیں نکلتے دیکھ کر نزدیک آ گئے:

" کیا کوئی خاص بات معلوم ہوئی۔"

" جی نہیں۔ اب ہماری کوشش یہ ہے کہ ان چاروں کی کوٹھی کا اندر سے جائزہ لے لیں۔ کیونکہ اصل مجرم نے اس کوٹھی میں کچھ وقت گزارا ہے۔ اس نے وہاں اپنی انگلیوں کے نشانات چھوڑے ہیں۔"

" اوہ۔ واقعی۔" سرور ذکی نے چونک کر کہا۔

" خیر۔ آپ فکر نہ کریں۔ ہم کسی نہ کسی طرح یہ کام کر لیں گے۔"

ان سے رخصت ہو کر ہم سب انسپکٹر کاشان کے پاس پہنچے۔ وہ ہمیں دیکھ کر مسکرائے۔

" بھئی رات تو تم لوگوں کے ساتھ بہت زیادتی ہوئی۔"

" کوئی بات نہیں۔ وہ ہوتا ہی رہتا ہے۔ ہمیں آپ سے کچھ کام ہے۔"

" کہو۔ میں ہر خدمت کے لیے تیار ہوں۔"

" ہم اس کوٹھی کو اندر سے دیکھنا چاہتے ہیں، جس میں سے ان چاروں کو گرفتار کیا گیا ہے۔"

" لیکن اسے تو انور علی خان نے سیل کر رکھا ہے۔"

" اس کے باوجود ہمیں اسے اندر سے دیکھنا ہے، کیونکہ اس میں مجرم کی انگلیوں کے نشانات موجود ہیں اور اگر جلد اٹھائے نہ گئے تو ضائع ہو جائیں گے۔"

" لیکن انور علی ہمیں کسی طرح بھی معائنے کی اجازت نہیں دے گا۔ وہ پہلے ہی رات سے خار کھائے بیٹھا ہے۔"

" آپ ہمیں نشانات اٹھانے کا ایک ماہر تھوڑی دیر کے لیے دے دیں۔ ہم خود ہی اندر داخل ہو جائیں گے۔"

" یہ بہت خطرناک ہو گا۔" کاشان نے بوکھلا کر کہا۔

"بالکل بھی نہیں۔ انور علی خان خود ہمیں اندر لے کر جائے گا۔" میں نے پُرعزم لہجے میں کہا۔

"وہ کیسے؟" کاشان نے حیران ہو کر کہا۔

"بس آپ دیکھتے جائیے۔"

"بھئی دیکھ لو۔ کہیں اپنے ساتھ مجھے بھی نہ پھنسوا دینا۔"

"آپ فکر نہ کریں۔ ماہر کو ہمارے ساتھ کر دیں۔"

"اچھی بات ہے۔" انہوں نے مجبور ہو کر کہا۔

تھوڑی دیر بعد ہم ماہر کے ساتھ باہر نکل رہے تھے۔ ہم نے دیکھا، سب انسپکٹر کاشان بھی ہمارے پیچھے باہر نکل آئے:

"آپ کدھر انکل؟" میں نے پوچھا۔

"میں بھی اس کوٹھی کی طرف جا رہا ہوں۔ لیکن تم سے الگ رہ کر۔ میں دیکھنا چاہتا ہوں کہ تم کس طرح اندر داخل ہونے کا ارادہ رکھتے ہو۔"

"بہت خوب۔ تو پھر چلے آئیے۔" میں نے خوش ہو کر کہا۔

پندرہ منٹ بعد ہم اس کوٹھی سے کچھ فاصلے پر پہنچ گئے جس میں سے رات چار مجرموں کو گرفتار کیا گیا تھا۔ اس کے دروازے پر تالا لگا ہوا تھا اور تالے پر سیل لگی ہوئی تھی۔

"میں نہیں سمجھ سکتا۔ تم اندر کس طرح داخل ہو سکو گے۔" سب انسپکٹر کاشان نزدیک آتے ہوئے بولے۔

"بس آپ دیکھتے جائیے۔ آپ لوگ یہیں ٹھہرے رہیے۔" یہ کہہ کر میں نے تینوں کو اشارہ کیا اور عین کوٹھی کے دروازے پر پہنچ گیا۔

"ارے ارے۔ اندر تو کوئی موجود ہے۔" اچانک میں چلّایا۔

"کیا مطلب۔" وہ تینوں ایک ساتھ بولے۔

"ہاں ہاں۔ اندر کوئی موجود ہے۔ میں نے اپنی آنکھوں سے اسے دیکھا ہے۔ اف خدا۔ ہوشیار۔ اندر ضرور اصل مجرم ہے اور وہ اسی بکس کی تلاش میں آیا ہے۔ آفتاب دوڑو۔ انسپکٹر انور علی خان کو فون کرو۔ ورنہ وہ بکس لے کر فرار ہو جائے گا اور ہم سب ہاتھ ملتے رہ جائیں گے۔"

"اوہ!" آفتاب کے منہ سے نکلا اور ساتھ ہی اس نے دوڑ لگا دی۔ سب انسپکٹر کاشان نے اسے دوڑتے دیکھا تو اس کے راستے میں آ گئے:

"کیا ہوا آفتاب۔"

"کوٹھی کے اندر کوئی ہے۔ شاید اصل مجرم جو بکس نکالنے آیا ہے۔" آفتاب نے بلند آواز میں کہا۔

وہ بھی ہماری طرف لپکے۔ وردی میں تھے، انہیں بھاگتے دیکھ کر راہگیر متوجہ ہو گئے اور آہستہ آہستہ ہمارے ارد گرد پندرہ بیس آدمی جمع ہو گئے۔

Malik Farrukh Nadeem

"کیا بات ہے جناب؟" ایک راہگیر نے جرأت کر کے پوچھا۔

"یہ کوٹھی پولیس نے سیل کر رکھی ہے۔ لیکن اندر کسی کو دیکھا گیا ہے۔ ہم نے متعلقہ پولیس اسٹیشن کو فون کر دیا ہے۔ تاکہ اسے گرفتار کیا جا سکے۔ رات یہاں سے چار مجرموں کو گرفتار کر لیا گیا ہے۔" سب انسپکٹر کاشان نے بتایا۔

"اوہ!" کئی راہگیر ایک ساتھ بولے۔

ٹھیک پندرہ منٹ بعد انسپکٹر انور علی خان کی شکل نظر آئی۔ وہ اپنے ساتھ دس کانسٹیبل بھی لے کر آیا تھا۔

"فون کس نے کیا تھا۔" آتے ہی اس نے تیز آواز میں پوچھا۔

"ہم میں نے۔" آفتاب نے آگے بڑھ کر کہا۔

"تو تم نے اندر کسی کو دیکھا ہے۔"

"میں نے نہیں۔ میرے بھائی جان نے۔" اس نے فوراً کہا۔

"ٹھیک ہے۔ سیل توڑ دو۔ ہم ابھی اسے گرفتار کر لیتے ہیں۔ وہ ضرور اصل مجرم ہے اور بکس حاصل کرنے آیا ہے، لیکن ہم اسے کامیاب نہیں ہونے دیں گے۔"

ایک کانسٹیبل آگے بڑھ کر سیل توڑنے لگا، اس کے بعد اس نے چابی تالے میں گھمائی۔ تالا کھلنے کی آواز کے ساتھ ہی میں نے کہا:

"اوہو۔ انکل کاشان۔ ہم پچھلے حصے کو تو بھول ہی گئے۔ کہیں وہ پائپ کے راستے فرار نہ ہو جائے۔ بلکہ ہمیں باہر کھڑے دیکھ کر وہ یہ کوشش تو شاید پہلے ہی کر چکا ہو گا۔ توبہ ہے۔ مجھے بہت دیر بعد خیال آیا۔ آئیے۔ ہم پچھلی طرف چلیں۔" یہ کہتے ہی میں نے دوڑ لگا دی۔

"تالا نہ نکالو۔ یونہی رہنے دو۔ ہم بھی پہلے پچھلی طرف کا جائزہ لیں گے۔" یہ کہتے ہی انور علی خان نے دوڑ لگا دی۔ کانسٹیبل بھی اس کے پیچھے دوڑے۔ پچھلی طرف جانے کے لیے پوری ایک گلی طے کرنا پڑتی تھی۔ میں نے جان بوجھ کر رفتار آہستہ رکھی۔ انور علی خان اور اس کے ساتھی جوش کے عالم میں آگے نکل گئے۔ جونہی وہ آگے نکلے۔ میں نے ماہر کا ہاتھ پکڑا اور اسے روک لیا۔ سب انسپکٹر کاشان، اشفاق، اخلاق اور آفتاب ان کے پیچھے نکلے چلے گئے۔

"آئیے واپس چلیں۔"

"واپس چلیں۔" ماہر نے حیران ہو کر کہا۔

"جی ہاں۔ موقع اچھا ہے۔ سیل ٹوٹ چکی ہے۔ تالا کھل چکا ہے۔ اس موقع سے فائدہ اٹھا کر آپ انگلیوں کے نشانات اٹھا سکتے ہیں۔"

"اوہ۔ لیکن اگر۔"

"لیکن اگر کو جانے دیں۔ یہ ہمیشہ کام خراب کرتے ہیں۔"

آئیے۔ میں ذمے داری لیتا ہوں۔"

ہم دونوں دوڑتے ہوئے واپس پہنچے۔ تالا کنڈے میں سے نکالا اور اندر گھس گئے۔ اب ادھر کوئی بھی نہیں رہا تھا۔ سب کے سب پولیس کے پیچھے چلے گئے تھے۔

"فون والے کمرے کی خاص خاص جگہوں سے نشانات اٹھانے ہیں، خاص طور پر فون کے ریسیور پر سے اور میز اور کرسیوں پر سے۔"

"اچھی بات ہے۔" اس نے کہا۔

"اور یہ کام اتنی پھرتی سے کریں کہ ان لوگوں کے واپس پلٹنے سے پہلے ہم فارغ ہو کر باہر نکل جائیں اور تالے کو اسی طرح اٹکا دیں۔ تاکہ انسپکٹر انور علی کے فرشتوں کو بھی معلوم نہ ہو سکے کہ ہم نے نشانات اٹھائے ہیں۔"

"اچھی بات ہے۔" اس نے کہا اور نہایت پھرتی سے اپنے کام میں جٹ گیا۔ صرف دو منٹ میں اس نے اپنا کام مکمل کر لیا۔ اس دوران میرا دل دھک دھک کرتا رہا کہ کہیں انور علی خان واپس نہ لوٹ آئے۔ آخر ہم باہر نکلے۔ یہ دیکھ کر جان میں جان آئی کہ ابھی کوئی نہیں لوٹا تھا۔ ہم نے تالا اسی طرح لٹکا دیا اور دوسری طرف سے کوٹھی کے پچھلے حصے کی جانب چل پڑے۔

"حیرت ہے۔ سب لوگ اب تک واپس کیوں نہیں لوٹے۔" میں بڑبڑایا۔

"اچھا ہی ہوا۔ نہیں لوٹے۔" ماہر نے پُرسکون انداز میں کہا۔

آخر ہم کوٹھی کے پچھلے حصّے تک پہنچ گئے۔ ہم نے دیکھا۔ سب لوگ پانی کے پائپ کے پاس جمع تھے۔ اسی وقت انور علی خان کی نظر مجھ پر پڑی:

"تم کہاں رہ گئے تھے؟" اس نے حیران ہو کر کہا۔

"آپ سبھی اس طرف آ گئے تھے۔ میں نے سوچا۔ کسی کو تو صدر دروازے کی طرف بھی رُک جانا چاہیے۔" میں بولا۔

"ہوں۔ افسوس ہمیں چند سیکنڈ کی دیر ہو گئی۔"

"دیر ہو گئی۔ کیا مطلب۔" میں حیرت زدہ لہجے میں بولا۔

"ہاں۔ وہ ہمارے پہنچنے سے صرف چند سیکنڈ پہلے موٹر سائیکل پر بیٹھ کر فرار ہو گیا۔"

"کیا فرمایا۔ فرار ہو گیا۔" میں دھک سے رہ گیا۔ آنکھیں کھلی کی کھلی رہ گئیں۔

"ہاں۔ کاش تمہیں چند سیکنڈ پہلے پچھلے حصّے کا خیال آ جاتا۔ یہ دیکھو۔ پائپ کی رگڑ سے اس نے اپنا پاؤں زخمی کر لیا تھا۔ اس کا خون پائپ پر لگا ہے۔"

Malik Farrukh Naheem

میں نے آگے بڑھ کر دیکھا، پائپ پر تازہ خون چمک رہا تھا۔

"چلو بھئی چلیں۔ تالے کو سیل پھر سے لگا دو۔ اور تھانے سے لا کر اس پائپ پر خاردار تار لپیٹ دو۔ تاکہ اب کوئی اس کے ذریعے سے اندر نہ پہنچ سکے۔"

"اب اسے کیا ضرورت رہ گئی۔ جس مقصد کے لیے آیا تھا۔ پورا کر کے چلا گیا۔" میں نے منہ بنایا۔

"پھر بھی۔ ہمیں احتیاط تو کرنا ہی پڑے گی۔"

اس کے ساتھ ہی انور علی خان اور اس کے ماتحت چلے گئے۔ میں جوں کا توں وہیں کھڑا رہ گیا:

"یہاں کب تک کھڑے رہنے کا پروگرام ہے۔" آفتاب نے تنگ آ کر کہا۔

"ذرا اپنی جیب میں سے چاقو نکال کر دینا۔" میں نے سوچ میں گم لہجے میں کہا۔

"کیوں۔ خیر تو ہے۔" آفتاب بوکھلا اٹھا۔

"چاقو دو۔" میں غرایا اور آفتاب نے سہم کر چاقو نکال دیا۔

میں نے اس کی مدد سے پائپ پر لگا خون اتارنا شروع کیا اور ایک کاغذ پر لیتا چلا گیا۔ پھر کاغذ کی پڑیا بنائی اور بولا:

"انکل کاشان۔ اس خون کا تجزیہ کرا لیں۔ بعد میں ہم مجرم کے خون سے اسے ملا کر اس کے خلاف ثبوت مہیا کر سکیں گے۔"

"اور کیا تم اندر سے ہو آئے؟" انہوں نے پوچھا۔

"جی ہاں۔ بھلا اندر کیوں نہ ہو آیا۔ یہ سارا چکر تو اسی لیے چلایا تھا۔" میں مسکرا دیا۔

"سارا چکر۔ کیا مطلب۔" سب انسپکٹر کاشان نے حیران ہو کر کہا۔

"ہاں۔ یہ چکر میں تے اسی لیے چلایا تھا کہ ہم اندر داخل ہو سکیں۔ یہ بات تو میرے فرشتوں کو بھی معلوم نہیں تھی کہ اصل مجرم واقعی اندر موجود ہے۔"

"کیا مطلب؟"

ان سب کے منہ سے ایک ساتھ نکلا۔

Malik Farrukh Nadeem

معاوضہ

"میں نے یہ پروگرام بنایا تھا کہ اندر کسی کو دیکھنے کی خبر اڑا دوں گا اور پھر انسپکٹر انور علی خان کو فون کر دیا جائے گا۔ وہ دوڑتے ہوئے آئیں گے اور دروازہ کھولنے کا حکم دیں گے جونہی تالا کھلے گا، میں پچھلے حصے کی خبر اڑا دوں گا۔ اور اس طرف دوڑ لگا دوں گا۔ ہر کام میری مرضی کے مطابق ہوا، لیکن مجھے یہ معلوم نہیں تھا کہ اندر واقعی اصل مجرم موجود ہے۔"

"اُف خدا۔ شوکی یہ تم کیا کہہ رہے ہو۔" سب انسپکٹر کاشان نے حیرت زدہ آواز میں کہا۔

"وہی جو حقیقت ہے۔"

"خیر۔ تم نشانات اٹھوانے میں تو کامیاب ہو ہی گئے۔"

"لیکن یہ کام بے فائدہ رہا۔" میں بولا۔

"بے فائدہ کیوں رہا۔"

"مجرم دراصل اپنی انگلیوں کے نشانات ہی تو مٹانے آیا تھا

بکس تو پہلے ہی اس کے پاس ہے۔"

"اوہ۔ تم ٹھیک کہہ رہے ہو۔"

"لیکن مجرم ہے بڑا بدقسمت۔ وہ انگلیوں کے نشانات مٹانے آیا اور پائپ پر اپنا خون لگا چھوڑ گیا۔ آئیے۔ اسے گرفتار کرنے چلیں۔"

"کیا کہہ رہے ہو۔ گرفتار کرنے چلیں۔"

"ہاں۔ میں جان چکا ہوں۔ وہ کون ہے۔"

"لیکن کیسے۔"

"بہت پہلے ہی میں یہ بات جان گیا تھا۔ لیکن کسی پر ظاہر نہیں ہونے دیا۔"

"وہ۔ وہ کون ہے۔" سب انسپکٹر کاشان حیران ہو کر بولے۔

"ہمارے ساتھ چل کر اسے اپنی آنکھوں سے دیکھ لیں۔"

"تب پھر چلو۔ انسپکٹر انور علی خان کو یہ شکست زندگی بھر یاد رہے گی۔ کیوں نہ میں دو چار اخباری رپورٹروں کو بھی ساتھ لے لوں۔"

"اس سے اچھی بات اور کیا ہو گی۔" میں نے خوش ہو کر کہا۔

آدھ گھنٹے بعد چار اخباری رپورٹر ہمارے ساتھ آ ملے۔ میں نے انہیں پہلے تمام واقعات سنائے۔ اپنے حوالات میں بند

Malik Farrukh Nadeem

کیے جانے کے بارے میں بھی بتایا۔ تاکہ وہ پوری کہانی تفصیل سے شائع کر سکیں۔ اور خاص و عام ہر شخص کو معلوم ہو جائے۔ ہمارے ملک میں کیا کیا کچھ ہوتا ہے۔ رپورٹر پوری کہانی سُن کر جوش میں بھر گئے۔ اب ہم روانہ ہوئے۔ ہم اگلی جیپ میں تھے۔ میں ڈرائیور کو راستہ بتاتا رہا۔ دونوں جیپوں کا انتظام بھی سب انسپکٹر کاشان نے کیا تھا:

" انکل ہم اکبر راشور کو فون کرنا تو بھول ہی گئے۔ انہوں نے بھی رات ہمارے لیے بہت تکلیف اٹھائی تھی۔"

" راستے میں کہیں اُتر کر کر لو۔" انہوں نے کہا۔

میں نے ایک میڈیکل سٹور کے سامنے اُتر کر انہیں فون کیا اور جگہ کے بارے میں بتا کر ریسیور رکھ دیا۔ قافلہ پھر روانہ ہوا۔ آخر سرور ذکی کی کوٹھی کے سامنے پہنچ کر رُک گیا:

" اُف خدا۔ یہ تو سرور ذکی کی کوٹھی ہے۔" سب انسپکٹر کاشان حیران ہو کر بولے۔

" جی ہاں! اس میں کوئی شک نہیں کہ یہ سرور ذکی کی ہی کوٹھی ہے۔"

" تت۔ تت تو کیا۔ سرور ذکی۔" سب انسپکٹر کاشان ہکلائے۔

" کیوں۔ کیا آپ کے خیال میں سرور ذکی مجرم نہیں

ہو سکتے۔"

" نہیں۔ بھلا وہ اپنی بیٹی کو خود ہی کس طرح اغوا کرا سکتے تھے۔" انہوں نے کہا۔

میں نے کوئی جواب نہ دیا اور آگے بڑھ کر دروازے پر دستک دی۔ دروازہ کھلا اور سرور ذکی کی صورت نظر آئی، انہوں نے جو اتنے بہت سے آدمیوں کو دیکھا تو بوکھلا اٹھے:

" خیر تو ہے۔ اتنے آدمیوں نے اچانک کیسے حملہ کیا۔" انہوں نے گھبرائی آواز میں کہا۔

" اصل مجرم کو پکڑنے آئے ہیں۔"

" کیا کہا۔ اصل مجرم کو۔"

" جی ہاں۔ اس مجرم کو جس نے ہیرے کا بکس حاصل کرنے کے لیے آپ کی بیٹی کو اغوا کرایا اور بکس حاصل کر کے اسے چھوڑ دیا۔"

" لیکن۔ وہ یہاں کہاں۔ بھلا وہ یہاں کس طرح ہو سکتا ہے۔"

" ہو سکتا ہے۔ بالکل ہو سکتا ہے۔ اندر تو چلیے۔"

سرور ذکی حیرت زدہ سے اندر کی طرف چلے۔ میں تیز تیز قدم اٹھاتا ان سے آگے نکل گیا اور ایک سمت میں چلنے لگا۔

"یہ آپ کہاں جا رہے ہیں" ان کے لہجے میں حیرت تھی۔

"آپ اتنے پریشان کیوں ہو گئے جناب" اشفاق بول اٹھا۔

"مم۔میں نہیں تو۔میں پریشان تو نہیں ہوں" وہ بولے۔

اسی وقت میں ایک کمرے میں داخل ہو گیا۔ میرے پیچھے باقی سب لوگ بھی داخل ہو گئے۔ کمرے میں داخل ہوتے ہی میں نے کہا:

"لیجیے جناب۔ سرور ذکی۔ آپ کا مجرم حاضر ہے" میں نے میز کے دوسری طرف بیٹھے خاطر شریف کی طرف اشارہ کیا۔ اس کے چہرے پر تکلیف کے آثار صاف نظر آ رہے تھے۔ ہم سب کو دیکھ کر اس کا رنگ اڑ گیا تھا اور چہرے پر زلزلے کے آثار نظر آنے لگے تھے۔

"کیا مطلب۔ خاطر شریف اور مجرم۔ نہیں نہیں۔ یہ نہیں ہو سکتا۔ یہ بہت شریف آدمی ہے، بہت ایماندار۔ آج تک میں نے اس میں کوئی بے ایمانی یا برائی نہیں دیکھی۔ اسے میرے پاس کام کرتے ڈیڑھ سال تو ہو ہی گیا ہو گا۔"

"آپ کو وہ نوجوان یاد ہے۔ جو بکس خریدنے کے لیے آپ کے پاس آیا تھا؟"

"ہاں ہاں۔کیوں؟" انہوں نے حیران ہو کر کہا۔

"اور وہ تقریباً دو سال پہلے آیا تھا، اس کے چھ ماہ بعد آپ

نے خاطر شریف کو ملازم رکھا۔ کیا آپ نے اخبار میں ملازمت کے لیے اشتہار دیا تھا؟"

"ہاں دیا تو تھا" انہوں نے کھوئے کھوئے انداز میں کہا۔

"بس تو پھر۔ آپ کا اشتہار اس نوجوان کی نظروں سے بھی گزرا اور اس نے سوچا، اگر سرور ذکی صاحب بکس فروخت کرنے پر تیار نہیں تو کیا ہوا۔ ان کے ہاں ملازمت کر کے بکس حاصل کرنے کی کوئی ترکیب تو کی ہی جا سکتی ہے۔ چنانچہ وہ نوجوان آپ کے ہاں خاطر شریف کے نام سے ملازم ہو گیا۔"

"نن نہیں" سرور ذکی ہکلائے۔

"کیا وہ نوجوان لمبے قد کا اور پتلا دبلا نہیں تھا؟"

"ہاں۔یہ ٹھیک ہے"

"تو پھر خاطر شریف بھی لمبے قد کا اور پتلا دبلا آدمی ہے۔ چھ ماہ میں اس نے اپنے حلیے میں اس قدر تبدیلی کر لی کہ آپ اسے پہچان نہیں سکے اور ملازمت پر رکھ لیا۔ اس نے اس دوران اپنی ایمانداری کا سکہ جما لیا۔ اگر یہ ایسا نہ کرتا تو آپ کیوں اس پر اندھا اعتبار کرنا شروع کرتے۔ اس کے باوجود خاطر شریف نے بکس کو چرانے کی کوشش نہیں کی، کیونکہ یہ جانتا تھا کہ اس طرح سب سے پہلے شک اسی پر کیا جائے گا۔ لہذا اس

Malik Farrukh Nadeem

نے ایک انوکھا طریقہ سوچا۔ یہ چند جرائم پیشہ لوگوں سے جا کر ملا۔ شاید پہلے ہی انہیں جانتا تھا؛ تاہم یہ ان سے میک اپ میں ملا۔ میں اس کیس کے دوران اس کھردری آواز کی تلاش میں رہا۔ جب آپ نے یہ ذکر کیا کہ عجائب گھر کے لیے آپ نے ایک نگران بھی رکھا ہوا ہے تو فوری طور پر میرا دھیان اس طرف گیا۔ پھر جب ہم اس سے جا کر ملے تو اس کے لمبے قد پر میری نظر گئی اور مجھے وہ نوجوان یاد آ گیا جو بکس خریدنے آیا تھا۔ وہ نوجوان شروع سے ہی میرے ذہن میں کھٹک رہا تھا۔ آواز میں کھردرا پن بھی موجود تھا۔ اب میں نے سوچا۔ اصل مجرم کی انگلیوں کے نشانات حاصل کرنے چاہییں۔ ہم نشانات کیا حاصل کرنے گئے۔ اصل مجرم کے خون کا نمونہ حاصل کر لائے۔ اسے بھی عین اسی وقت نشانات مٹانے کا خیال آیا۔ پچھلی طرف والی گلی بالکل سنسان پڑی رہتی ہے۔ لہٰذا اس نے سوچا۔ یہ پائپ کے ذریعے اندر داخل ہو سکتا ہے۔ یہ وہاں نہ جاتا تب بھی پھنس تو گیا ہی تھا۔ اب صرف ایک بات رہتی ہے۔ اور وہ میں اس سے ہی پوچھنا چاہتا ہوں۔" یہ کہہ کر میں خاموش ہو گیا اور اس کی طرف مڑا:

"کیوں مسٹر خاطر شریف۔ کیا آپ رام چند کے بیٹے ہیں؟"

"ہاں!" اس نے کہا اور میرے علاوہ سب حیران رہ گئے۔

مجھے تو اس بات کا پہلے ہی یقین تھا۔

"تب آپ کو اغوا اور چوری کے جرم میں گرفتار کیا جاتا ہے۔ کیا آپ کے والد نے اس بکس کے بارے میں آپ کو بتایا تھا؟"

"ہاں۔ اس نے کہا تھا۔ اسے تو وہ بکس حاصل کرنے کا موقع نہیں مل سکا۔ میں یہ کوشش ضرور کروں۔ کیونکہ بکس کروڑوں کی مالیت کا ہے۔ میرے والد تو شرط کے مطابق بھی بکس واپس لے سکتے تھے۔ لیکن میں ایسا نہیں کر سکتا تھا۔ والد صاحب کے پاس شاید اتنے پیسے جمع ہو ہی نہیں سکے۔ جتنے میں انہوں نے بکس فروخت کیا تھا۔" اس نے کہا۔

"لیجیے انکل۔ کاشان۔ انسپکٹر انور علی خان کا دور دور پتہ نہیں، لہٰذا یہ میدان آپ ہی ماریے۔ اور حضرات آپ کھڑے کیا کر رہے ہیں۔ کہانی سننے میں اس درجے مگن ہو گئے کہ مجرم کی تصویریں تک لینا تک بھول گئے۔ کمال ہے۔" عنی کر۔ میں نے شوخ لہجے میں کہا۔

اور کیمروں کی روشنیاں چمکنے لگیں۔

"لیکن بھئی۔ بکس کہاں ہے؟"

"اوہ ہاں۔ یہ بات تو ہم بھول ہی گئے۔ ویسے بکس اسی کمرے میں کہیں ہوگا۔ یہ پھر [illegible]"

"ہاں۔ وہ اسی کمرے میں ہے۔" مجرم نے کھوئے کھوئے لہجے میں کہا۔ شاید اسے اپنے منصوبے کی ناکامی کا بہت افسوس تھا۔

"مسٹر مجرم۔ آپ نے بالکل غلط طریقہ اختیار کیا۔ آپ کو یہ چاہیے تھا کہ سرور ذکی صاحب کو آکر ساری بات بتا دیتے کہ بکس دراصل تمہارے والد نے فروخت کیا تھا اور وہ زندگی بھر اتنی رقم جمع نہ کر سکے۔ لہذا اب تم رقم جمع کر کے لائے ہو۔ بکس کی حقیقت بے شک نہ بتاتے۔ اس صورت میں اگر سرور صاحب بکس آپ کے ہاتھ فروخت کرنے پر تیار نہ ہوتے تو آپ عدالت سے رجوع کرتے۔ اپنے آپ کو رام چند کا بیٹا ثابت کر کے بکس حاصل کر سکتے تھے۔ لیکن آپ نے مجرمانہ طریقہ اختیار کیا اور جرائم پیشہ لوگوں سے بھی کام لیا۔ اسی لیے آپ مصیبت میں گرفتار ہوئے۔ یہ آپ کا کیا دھرا ہے۔ آپ کو ہی بھگتنا ہوگا۔"

اس نے کچھ نہ کہا۔ بکس کمرے میں مل گیا۔ سب انسپکٹر کاشان اسے لے کر چلے گئے۔ سرور ذکی ہمیں اپنے ڈرائنگ روم میں لے آئے:

"ہاں بھئی۔ یہ رہا آپ لوگوں کے معاوضے کا چیک۔" یہ کہہ کر انہوں نے چیک لکھا اور میری طرف بڑھا دیا۔ میں نے چیک اٹھایا۔ اس پر ایک نظر ڈالی اور جیب میں رکھ لیا:

"یہ۔ یہ آپ نے کیا کیا بھائی جان۔" آفتاب بوکھلا اٹھا۔

"کیا میں نے کچھ غلطی کی ہے؟"

"آ۔ آپ نے۔ آپ نے پچاس ہزار کا چیک جیب میں رکھ لیا۔" وہ بوکھلا کر بولا۔

"تو پھر۔ مجھے کیا کرنا چاہیے۔" میں نے حیران ہو کر پوچھا۔

"آپ تو ہمیشہ طے شدہ معاوضے سے بھی کم لیتے ہیں۔"

"لیکن اس بار ہمیں کچھ وقت حوالات میں رہنا پڑا ہے۔ دوسرے یہ کہ سرور ذکی نے درمیان میں کیس ہم سے واپس لے کر ہمیں مایوسی سے دوچار کیا تھا۔ اور دوبارہ ہم نے باقاعدہ معاوضہ طے کیا تھا۔ لہذا اب اس کے مطابق ہی معاوضہ لیا جا سکتا ہے۔"

"بالکل ٹھیک۔ میرے خیال میں تو یہ معاوضہ بھی زیادہ نہیں ہے۔" سرور ذکی بولے۔

"بہت بہت شکریہ جناب۔ اب ہم اجازت چاہیں گے۔ ویسے آپ کو چلتے چلتے ایک بات اور بتا دوں۔ یہ کیس ہم آپ کی بیٹی کی مہربانی سے حل کرنے میں کامیاب ہوئے ہیں۔"

"وہ کیسے؟"

"اگر وہ ہمیں فون کرنے کی کوشش نہ کرتی تو شاید ہم بہت مشکل سے مجرم تک پہنچ پاتے۔ اس نے ہمیں فون کرنے کی کوشش کی۔ مجرم نے ریسیور اس کے ہاتھ سے چھین کر دخل اندازی کی

اور میں اس کی کھردری آواز سننے میں کامیاب ہو گیا۔ دراصل کیس اس کھردری آواز کے ذریعے حل ہوا ہے۔"

" اوہ۔" ان کے منہ سے نکلا اور ہم ان سے رخصت ہو کر باہر آئے۔ گھر پہنچے تو ابا جان اور امی جان گویا انتظار ہی کر رہے تھے:

" کیوں شوکی۔ کیسا رہا؟"

" سو فیصد کامیابی۔ ہم نے بکس برآمد کر لیا ابا جان، اور مجرم کو بھی گرفتار کرا دیا۔"

" اوہو اچھا۔ بھئی تفصیل سے سناؤ۔" انہوں نے پُرجوش لہجے میں کہا۔

میں نے پوری کہانی سنا دی۔ میرے خاموش ہوتے ہی امی جان بولیں:

" کیا فائدہ۔ معاوضہ تو لیا ہی نہیں ہو گا صاحبزادوں نے۔"

امی جان نے برا سا منہ بنایا۔

" چلو خیر کوئی بات نہیں۔ یہ کامیابی کچھ کم معاوضہ تو نہیں ہے۔" ابا جان مسکرائے۔

" تو اس شاندار کامیابی کو چاٹ چاٹ کر پیٹ بھر لیا کیجیے گا۔" انہوں نے جلے کٹے لہجے میں کہا۔

" امی جان۔ آپ فکر نہ کریں۔ ہم اپنا معاوضہ وصول کر کے

آئے ہیں۔" میں نے مسکرا کر بتایا۔

" کر لیا ہو گا۔ تھوڑا بہت وصول۔" وہ بولیں۔

" ہم نے سرور ذکی صاحب سے پچاس ہزار روپے معاوضہ طے کیا تھا۔"

" اور لیا دس ہزار کیوں۔ یہی بات ہے۔" امی جان بولیں۔

" ٹھیک ہے شوکی۔ دس ہزار ہی بہت ہیں۔" ابا جان نے میرے کندھے پر تھپکی دی۔ امی جان نے اور بھی کڑوا سا منہ بنایا۔

" لیکن ابا جان۔ ہم نے تو اس بار۔" میں نے کہنا چاہا۔

لیکن امی جان نے فوراً بات کاٹ دی:

" تو تم نے اس بار دس ہزار سے بھی کم معاوضہ لیا ہے۔"

" جی نہیں۔"

" اف خدا۔ پانچ سے بھی کم۔"

" آپ۔ آپ غلط سمجھ رہی ہیں امی جان۔ اس بار ہم نے معاہدے کے مطابق پورے پچاس ہزار وصول کیے ہیں۔"

" کیا۔ نہیں!!! یہ کس طرح ہو سکتا ہے۔"

انہوں نے حیرت کی زیادتی سے چیخ کر کہا، پھر وہ تڑ سے گریں اور بے ہوش ہو گئیں۔ ہم بوکھلا کر ان کی طرف بڑھے۔

Malik Farrukh Nadeem

انہیں ہلایا جلایا تو آنکھیں کھول دیں اور بولیں:

"شش۔ شوکی۔ کیا تم۔ کیا تم سچ کہہ رہے ہو؟"

"بالکل سچ۔ سو فیصد سچ امی جان۔ ہوش میں آئیے۔" میں نے گھبرا کر کہا۔

"نہیں!!!" انہوں نے بے یقینی کے عالم میں کہا اور ایک بار پھر بے ہوش ہو گئیں۔

آئندہ ناول کی ایک جھلک!

محمود، فاروق، فرزانہ اور انسپکٹر جمشید سیریز ۱۰۲

(پہلا حصہ)

بھورانی کے مجرم

مصنف: اشتیاق احمد

- بھورانی کے مجرموں سے ملیے۔
- اس بار وہ بہت برے پھنسے تھے۔ اتنے برے کہ.....
- چکر ایک چھوٹے سے کیس سے شروع ہوا تھا، لیکن......
- آگے چل کر کس قدر خوفناک نکلا۔۔۔ آپ چونک اٹھیں گے۔
- اور پھر یہ ناول اس حصے میں ختم نہیں ہو رہا۔۔۔ یوں اسے آپ چھوٹا خاص نمبر بھی کہہ سکتے ہیں۔

قیمت: چھ روپے صرف

Malik Farrukh Nadeem